RNI No. APURzD/2007/22816 Vol : 17 Issue : 10 Hyderabad. T.G. India. October 2024 Pages : 40 Rs. 10/-

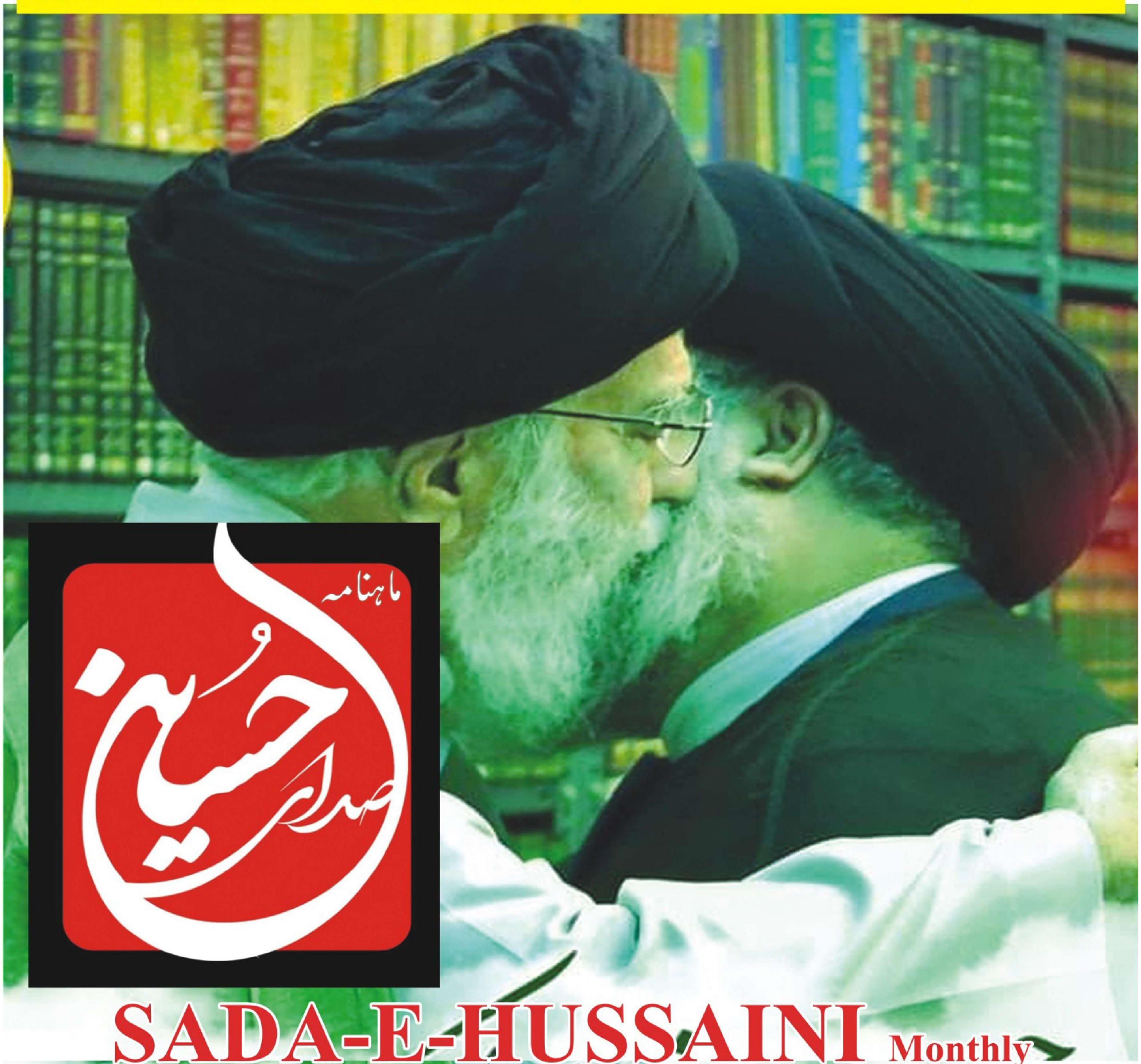

ماہنامہ صدائے حسینی

SADA-E-HUSSAINI Monthly

شہید سید حسن نصر اللہ کی وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے امام خامنہ ای کی قیادت پر اپنے ایمان کو محکم اور مضبوط کریں!

شوال 1430ھ۔ق

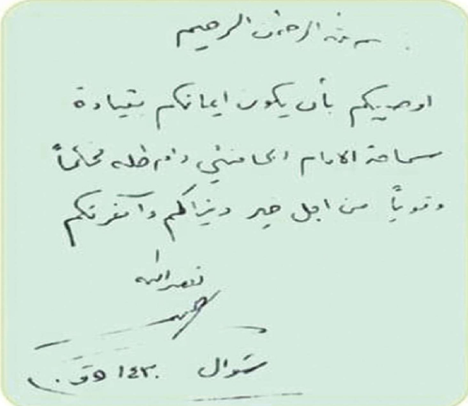

بسم الله الرحمن الرحيم

اوصيكم بأن يكون ايمانكم بقيادة سماحة الامام الخامنئي دام ظله محكماً وقوياً من اجل خير دنياكم وآخرتكم

نصر الله

شوال ١٤٣٠ هـ.ق

وزیراعلی ریونت ریڈی نے ڈی ایس سی 2024 اساتذہ کی بھرتی کے حوالے سے تقسیم اسنادات کی تقریب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ لگتا ہے کہ دسہرہ کا تہوار پہلے ہی آ گیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ تلنگانہ کو گزشتہ دس سال میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایک شخص کو دو مرتبہ وزیر اعلی بنایا گیا، مگر بے روزگاری کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔

شہید کی قربانیاں ملت کیلئے مشعل راہ

ایک اہم جلاسِ تعزیتی وسیاسی تبصرہ کا انعقاد کیا گیا جس میں مجاہد کبیر شہید حسن نصر اللہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ اس موقع پر ملت کے اتحاد اور شہید کی عظیم خدمات کو سراہا گیا۔ جلسے میں مختلف معروف صحافیوں اور اہم شخصیات نے شرکت کی، جو اہم اخبارات اور ٹی وی چینلز سے وابستہ تھے۔ مولانا تقی رضا عابدی نے اپنے خطاب میں اتحادِ امت اور ملت کی سیاسی بیداری پر زور دیتے ہوئے کہا کہ شہید کی قربانیاں ملت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اسلام الدین مجاہد، شجیع اللہ فراست، مولانا مرتضیٰ نقوی، اور فورسز وقار حسین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے شہید کی بے لوث خدمات کو سراہتے ہوئے ملت میں اتحاد کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ جلسے میں سید جعفر حسین، شہباز امجد، اور دیگر اہم شخصیات نے بھی خطاب کیا اور شہید حسن نصر اللہ کی قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ ملت کو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مضبوط اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہ جلسہ نہ صرف ایک تعزیتی محفل تھا بلکہ اس میں ملت کے سیاسی اور اجتماعی اتحاد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے قوم کے مستقبل کیلئے ایک مثبت لائحہ عمل پیش کیا گیا۔

SADA E HUSSAINI

October 2024

Volume : 17 Issue : 10 Page : 40

ادار یہ

ایک سال گزر جانے کے باوجود اسرائیل کوغزہ میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی

گزشتہ سال 7 اکتوبر کو فلسطینی تنظیم حماس کے مجاہدین نے اسرائیل کے خلاف ایک تاریخی حملہ کیا، جوسالوں سے جاری اسرائیلی بربریت اور فلسطینیوں کی زندگیوں کو اجیرن بنانے کے ردعمل میں تھا۔اس حملے میں سینکڑوں اسرائیلی فوجی مارے گئے اور درجنوں کو یرغمال بنایا گیا۔ یہ واقعہ اسرائیل کے لیے نہ صرف ایک دفاعی ناکامی ثابت ہوا بلکہ اس نے دنیا بھر میں اسرائیلی فوجی برتری کے تصور کو چیلنج کر دیا۔اسرائیل کا جواب اور غزہ پر حملے۔یرغمالیوں کی بازیابی کے لیے اسرائیل نے حماس سے مذاکرات کی کوشش کی لیکن ان کوششوں کے ناکام ہونے کے بعد اسرائیل نے غزہ پر بھرپور حملے شروع کردیے ان حملوں میں تقریبا 42 ہزار فلسطینی شہید ہوئے جن میں 15 ہزار سے زائد بچے اور ہزاروں خواتین شامل تھیں اور غزہ کی زمین خون سے سرخ ہوگئی مگر عالمی برادری بالخصوص اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں بے بس نظر آئیں۔امریکہ کی اسرائیل نواز پالیسیوں نے ان اداروں کو مجبور کر دیا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی موثر قدم نہ اٹھا سکیں۔حزب اللہ کی شمولیت اور جنگ کی شدت: 8 اکتوبر کو حزب اللہ نے بھی اس جنگ میں عملی طور پر حصہ لیا جس سے اسرائیل پر دبا مزید بڑھ گیا ایک سال گزرنے کے باوجود اسرائیل کسی بھی یرغمالی کو رہا کروانے میں ناکام رہا جو اس کی عسکری ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسرائیل جو عرب دنیا کے بڑے ممالک کو زیر کر چکا تھا آج ایک چھوٹی سی تنظیم حماس کے سامنے بے بس نظر آ رہا ہے۔ایران اور اسرائیل کی کشیدگی: دوسری جانب لبنان کی حزب اللہ مسلسل اسرائیل کو ناکام بناتی جارہی ہے حالانکہ اس جنگ میں حزب اللہ کو بھی بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔اسی دوران اسرائیل نے بزدلانہ حملے کر کے حماس کے رہنما اسماعیل ہنیہ اور حزب اللہ کے سربراہ سید حسن نصر اللہ کو شہید کر دیا۔ مزید برآں ایران کے صدر ابراہیم رئیسی اور وزیر خارجہ حسین عبداللہیان بھی ایک حادثے میں شہید ہو گئے اس کے باوجود ایران نے اسرائیل پر کئی بڑے حملے کیے جو اس کا حق تھا۔میڈیا کی ذلت: اس جنگ کے دوران نہ صرف عام شہری بلکہ متعدد صحافی بھی شہید ہوئے پہلی مرتبہ دنیا نے انسانیت کی اس تباہی کو کیمروں کی آنکھ سے دیکھا جس نے ہر حساس دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔مغربی میڈیا جو ہمیشہ اسرائیل کی حمایت میں جانبدار رہتا تھا اس بار اس کی ساکھ بھی بری طرح متاثر ہوئی اور اس کی منافقت سب کے سامنے عیاں ہوگئی۔نتیجہ: ایک سال گزر جانے کے باوجود اسرائیل کو غزہ میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور وہ مسلسل حزب اللہ اور حماس کے حملوں کا شکار ہے۔اسرائیل کے لیے اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ خطے میں اسے کبھی سکون میسر نہیں ہوگا۔

سرپرست :
مولانا سید تقی رضا عابدی

مدیر اعلیٰ :
مولانا سید ضیاء حسین

معاون مدیر:
مولانا مرزا علمدار علی

Patron :
Moulana Syed Taqi Raza Abedi

Chief Editor :
Moulana Syed Zia Hussain

Executive Editor:
Moulana Mirza Alamdar Ali

Editor, Owner, Printer, Publisher By Syed Jaffer Hussain H.No. 18-7299/129, Moula Ka Chilla, Aman Nagar (A), Yakuthpura, Hyderabad. T.S. 500 023.
Prinetd at Great Graphic,Chatta Bazar, Hyd. T.S. 500 023.

مضامین یا مراسلوں سے ماہنامہ صدائے حسینی کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔سبھی طرح کی تنازعات کا نپٹارا صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگا۔

سید حسن عبدالکریم نصر اللہ بیروت حملے میں شہید

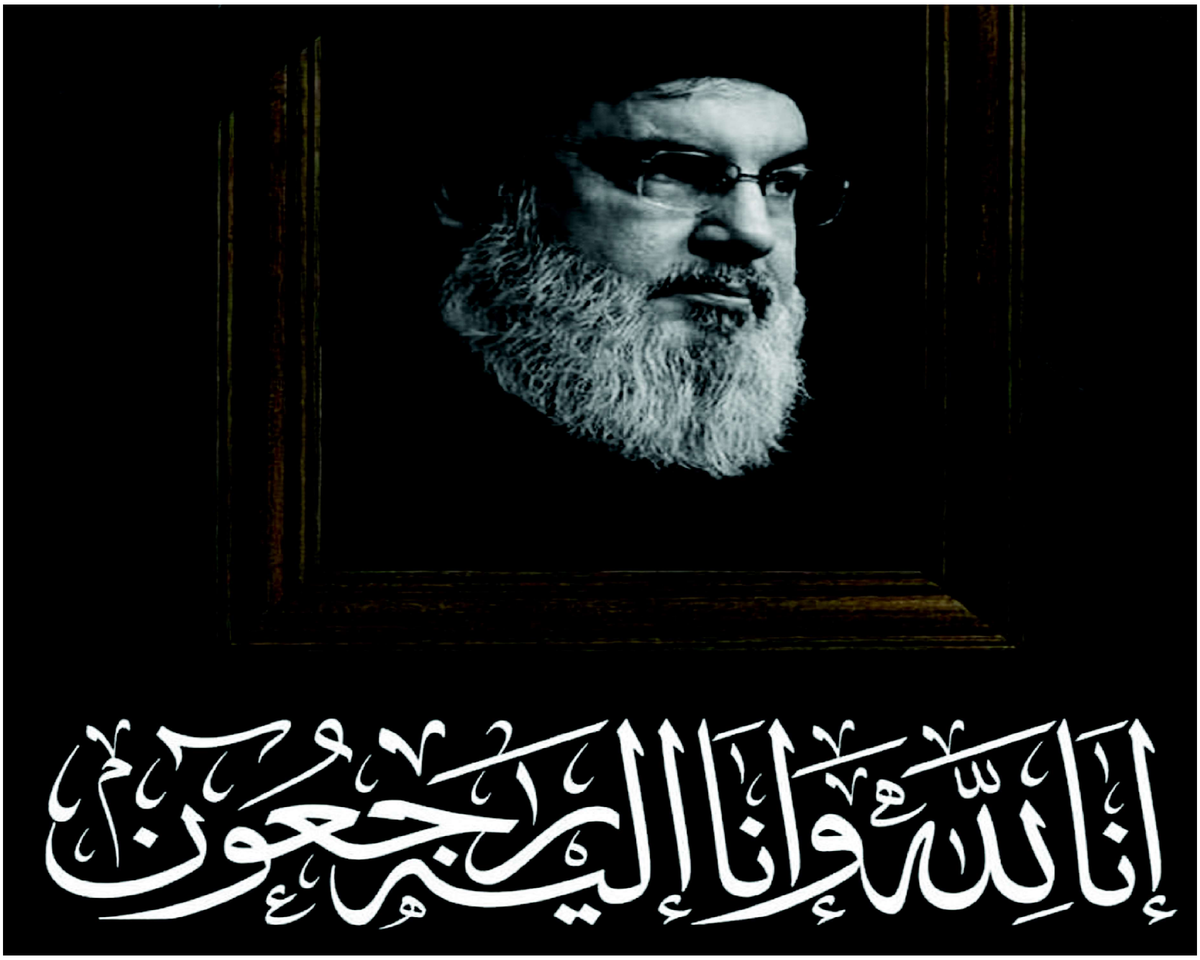

بیروت ۔حزب اللہ لبنان کی جانب سے جاری بیان میں کہا ہے کہ سید مقاومت سید حسن نصر اللہ بیروت حملے میں شہید ہوگئے ہیں۔حزب اللہ کا کہنا تھا کہ اسرائیل کے خلاف جنگ جاری رہے گی، غزہ اور فلسطین کی حمایت، لبنان کے دفاع کیلئے اپنا جہاد جاری رکھیں گے۔پس وہ لوگ جو خدا کی راہ میں لڑتے ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے بدل دیتے ہیں اور جو خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں یا پھر دشمن پر غلبہ پاتے ہیں تو ہم انہیں بہت بڑا اجر دیں گے۔ جناب سید حسن نصر اللہ، سید مقاومت، عبد صالح، عظیم شہید، بہادر رہنما اور ایک با بصیرت مومن کی حیثیت سے راہ خدا اور اہل بیت پر چلتے ہوئے شہدائے کربلا کے قافلے سے ملحق ہوگئے۔ حزب اللہ لبنان کے سیکرٹری جنرل جناب سید حسن نصر اللہ اپنے ان عظیم اور لازوال شہدا سے ملحق ہوگئے جنہیں شہید نے تیس سال تک مسلسل کامیابیوں سے ہمکنار کیا اور فتح کی بلندیوں تک پہنچایا۔انہوں نے 1992 میں سید الشہدائے مقاومت کی جانشینی سنبھالی اور 2000 میں جنوبی لبنان کی آزادی اور 2006 میں عظیم فتح حاصل کی اور فلسطین اور غزہ کے مظلوموں کی نصرت کے لئے جاری جنگ کی قیادت کی۔اس عظیم مصیبت پر امام زمان علیہ السلام، ولی امر مسلمین جہاں حضرت سید علی خامنہ ای، مراجع عظام، مجاہدین، ملت مقاومت لبنان، امت اسلامیہ، مستضعفین جہاں اور شہید کے اہل خانہ سے تعزیت و ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ہم حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل جناب سید حسن نصر اللہ کو شہادت کا اعلی مقام یعنی تمغہ امام حسین علیہ السلام حاصل کرنے اور راہ قدس و فلسطین پر چلتے ہوئے ایمان کے اعلی درجے اور مخلصانہ شہادت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہم ان کے شہید ساتھیوں کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں جو اس عظیم قافلے میں شامل ہوئے۔حزب اللہ کی قیادت لازوال قربانیوں کے حامل عظیم شہیدوں سے عہد کرتی ہے کہ وہ دشمن کے خلاف جہاد جاری رکھتے ہوئے غزہ اور فلسطین کی حمایت کے ساتھ لبنان کی عزت و سربلندی کا دفاع کرے گی۔

اے مجاہدو، اسلامی مزاحمت کے شہسوارو، آپ شہید عزیز کی امانت ہو اور ان کی ناقابل تسخیر سپر ہو، ہمارے قائد سید حسن نصر اللہ پہلے کی طرح اپنے مزاحمتی نظرئے، پالیسی اور عمل کے ساتھ ہمارے درمیان موجود ہیں اور آپ مجاہدین فتح و کامیابی کے حصول تک اپنے عہد مقاومت و استقامت پر پوری جانفشانی سے قائم ہیں۔

صیہونی حکومت کو لگنے والی ہر ضرب پوری انسانیت کی خدمت ہے

تہران ۔تہران کے مصلائے امام خمینیؒ میں آیت اللہ خامنہ ای کی امامت میں نماز جمعہ کا خطبہ شروع ہوگیا ہے۔نماز جمعہ سے پہلے شہید حسن نصر اللہ اور شہدا مقاومت کی یاد میں تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا۔مصلائے امام خمینی کے اطراف میں ہر طرف انسانوں کے سر نظر آرہے ہیں۔ تہران اور دیگر صوبوں سے بڑی تعداد میں لوگ مصلائے امام خمینی پہنچ گئے ہیں۔آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے تاریخی نماز جمعہ کے آغاز میں فرمایا کہ میں اپنے سمیت تمام عزیز بھائیوں اور بہنوں کو تقوائے الہی کی دعوت دیتا ہوں،محتاط رہیں کہ ہم کہیں اپنے قول وفعل میں خدا کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے فرمایا کہ مسلمانوں کا دشمن مشترکہ ہے، وہ ایک ہی جگہے سے حکم لیتے ہے۔آپ نے فرمایا کہ اگر مسلمان متحد ہوجائیں تو دشمنوں پر قابو پاسکتے ہیں۔آپ نے مزید کہا کہ دشمنوں کی پالیسی یہی کہ تقسیم کرواور حکومت کرو،ان کی پالیسی کی بنیاد ہی تفرقہ انگیزی ہے اور ان پالیسیوں کو مسلم ممالک میں مختلف طریقوں سے اپنایا گیا۔لیکن آج قومیں جاگ اٹھی ہیں۔ آج آپ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی اس چال پر قابو پاسکتے ہیں۔ایران کا دشمن عراق، فلسطین، مصر،شام اور یمن کے عوام کا دشمن ہے۔آیت اللہ خامنہ ای نے فرمایا کہ اگر مسلمان آپس میں متحد ہو جائیں تو خدا کی عزت اور رحمت ان کے شامل حال ہوگی۔مسلمان خدا کی سنت اور الہی قوانین کے تقاضوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔آیت اللہ خامنہ ای نے کہا کہ ولایت کا مطلب مسلمانوں کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق اور یکجہتی ہے اور مسلمانوں کے بارے قرآنی پالیسی یہی ہے۔مسلمانوں کے بارے قرآن کی پالیسی یہ ہے کہ مسلمان قومیں ایک دوسرے کے ساتھ یکجہتی و ہمدلی رکھیں۔انہوں نے فرمایا کہ ایران سے غزہ اور لبنان تک اور تمام اسلامی ممالک کی آزادی اور خودمختاری کمر ہمت باندھنا ہوگا۔انہوں نے فرمایا کہ ہماری مسلح افواج نے جو کام کیا وہ خطے میں امریکی پاگل کتے کو کمترین جواب ہے۔آپ نے کہا کہ نہ ہم اپنا وظیفہ انجام دینے میں کوتاہی کریں گے اور نہ جلد بازی کا شکار ہوں گے۔انہوں نے فرمایا کہ اسلامی جمہوریہ ایران کا اس حوالے سے جو بھی وظیفہ ہوگا، پوری طاقت اور قوت سے انجام دیا جائے گا۔جو کچھ لازم ہوا انجام دیں گے۔چنانچہ

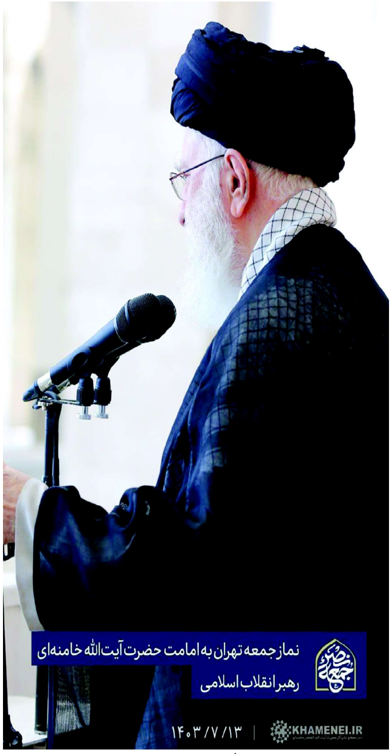

جس طرح کاروائی کی گئی ضرورت ہوئی تو مستقبل میں ہوگی۔انہوں نے کہا فرمایا کہ جب بزدل دشمن مقاومتی تنظیموں کے خلاف جنگ میں ناکام ہوئی تو دہشت گردی، نسل کشی اور قتل عام پر اتر آیا۔لیکن کیا نتیجہ ملا؟ انہوں نے فرمایا کہ شہد سید حسن نصر اللہ جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی حقیقی شخصیت، ان کی روح اور موثر آواز ہمارے درمیان زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ وہ ستمگروں کے مقابلے میں مقاومت کا بلند ترین پرچم تھے۔ مظلوموں کے مدافع اور بولتی زبان تھے۔مجاہدین اور حق کے طلبگاروں کے لئے جرائت اور دلگرمی کا باعث تھے۔ان کی محبوبیت لبنان، ایران اور عرب ممالک تک محدود نہیں تھی۔ ان کی شہادت کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوگا۔آ نے مزاحمت کی سرکردہ شخصیات کی شہادت پر لبنانی قوم کے لیے سید حسن نصر اللہ کے اہم ترین پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مایوس اور پریشان نہ ہوں، مزاحمت کے راستے میں نہ ہی ہچکچاہٹ کا شکار ہوں۔آیت اللہ خامنہ ای نے نماز جمعہ کے عربی خطبوں میں کہا کہ سید حسن نصر اللہ کا اپنی زندگی میں سب سے اہم عملی پیغام آپ کے لیے، لبنان کے وفادار لوگوں کے لئے یہ تھا: امام موسی صدر، سید عباس موسوی اور دیگر ممتاز شخصیات کے کھو جانے سے مایوس اور پریشان نہ ہونا، مزاحمت کی راہ میں قدم نہ ڈگمگائیں۔اپنی کوشش اور طاقت میں اضافہ کریں؛ اپنی یکجہتی کو دوگنا کریں۔ایمان اور اعتماد کو مضبوط کر کے جارح دشمن کا مقابلہ کریں اور اسے شکست دیں۔آپ نے فرمایا کہ صہیونی جنایات کا نتیجہ اس خونخوار بھیڑیے کے صفحہ وجود سے خاتمے کی صورت میں نکلے گا۔انہوں نے فرمایا کہ پلید اور تباہی سے دوچار دشمن حزب اللہ، حماس اور جہاد اسلامی جیسی تنظیموں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ دہشت گردی، سویلین کے قتل عام اور نہتے عوام کی نسل کشی کو اپنی کامیابی سے تعبیر کی جارہی ہے۔نتیجہ کیا ہے؟ اس موقف کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کے غم وغصے میں مزید اضافہ ہوگا اور خونخوار دشمن کے گرد محاصرہ مزید تنگ ہوگا جو بالاخر صفحہ وجود سے اس کے خاتمے پر منتہی ہوگا۔آیت اللہ خامنہ ای نے فرمایا کہ صیہونی حکومت کو لگنے والی ہر ضرب پوری انسانیت کی خدمت ہے۔آپ نے کہا کہ ہمیں یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ غاصب حکومت پر کسی بھی طرح کا اور کسی بھی گروہ کا ہر حملہ پورے خطے بلکہ پوری انسانیت کی خدمت ہے۔ یقیناً یہ صہیونی اور امریکی خواب ایک جھوٹا اور ناممکن خیال ہے۔ یہ رجیم زمین سے جڑ سے اکھڑا ہوا درخت ہے جس کو فرمان خدا کے مطابق کوئی قرار حاصل نہیں ہے۔آیت اللہ خامنہ ای نے کہا کہ غزہ کی مزاحمت نے دنیا کی آنکھیں خیرہ کر دیں، خطے میں مزاحمت ان شہادتوں سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹے گی اور اسے یقینا فتح حاصل ہوگی۔غزہ میں مزاحمت نے دنیا کی آنکھیں خیرہ کردیں۔اس نے اسلام کو عزت بخشی۔ غزہ میں اسلام نے تمام برائیوں اور غلاظتوں کے خلاف سینہ سپر کیا ہے۔دنیا کا کوئی آزاد انسان ایسا نہیں جو اس قیام واستقامت کو سلام نہ کہتا ہو اور اس ظالم اور خون آشام دشمن پر لعنت نہ بھیجے۔انہوں نے کہا کہ خطے کی مقاومت بھی ان شہادتوں سے عقب نشینی نہیں کرے گی اور کامیاب ہو کر رہے گی۔غزہ کی مقاومت نے دنیا کو حیران کردیا ہے اور اسلام کی عزت بڑھادی ہے۔غزہ میں شرارت اور پلیدی کے سامنے اسلام سینہ سپر ہے۔کوئی بھی آزاد انسان ایسا نہیں جو غزہ کی اس جرائت او استقامت کو سلام پیش نہ کرے اور سفاک اور خونخوار دشمن پر لعنت نہ کرے۔

سردار قدس، سید مقاومت کی شہادت

عادل فراز adilfarazlko@gmail.com

آخر کار سید مقاومت حجۃالاسلام سید حسن نصراللہ نے شہادت کا عظیم مرتبہ پالیا، جس کی تلاش انہیں برسوں سے تھی ۔یقیناً حزب اللہ اور خطے میں متحرک مقاومتی محاذ کا یہ ناقابل تلافی نقصان ہے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ اس شہادت سے وہ کمزور ہوجائیں گے ۔کیونکہ شخصیتوں کے مرنے سے نظریات نہیں مرتے ۔عباس موسوی اور شہید عماد مغنیہ کے بعد بھی دشمن نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے اسلامی مقاومت کی کمر توڑ دی ہے ،مگر حسن نصراللہ نے ہمیشہ ان کے عزائم کو آگے بڑھایا اور اسلامی مقاومتی محاذ کو اتنا طاقت ور بنادیا کہ استعماری طاقتوں کی نیندیں حرام کردیں۔ میں انہیں عباس موسوی کی شہادت کے بعد سال کی عمر میں حزب اللہ کا سربراہ مقرر کیا گیا۔اس کے بعد انہوں نے مسلسل مزاحمتی کاز کی تنظیم نو اور منتشر گروہوں کو متحد کرنے کی کوشش کی ۔ان کی سربراہی میں حزب اللہ نے نئے محاذ سر کئے اور خطے کی طاقت ور تنظیم بن کر سامنے آئی ۔ میں انہوں نے جنوبی لبنان سے اسرائیلی فوجوں کو انخلا پر مجبور کردیا جس نے انہیں عالم اسلام میں بے پناہ مقبولیت عطا کی۔ میں اسرائیل اور لبنان کے درمیان قیدیوں کے تبادلے میں انہوں نیا ہم کردار ادا کیا اور اسرائیل کو ناکوں چنے چبوائے ۔ میں حزب اللہ اور اسرائیل کے درمیان جنگ شروع ہوئی جو دنوں تک جاری رہی۔اس جنگ میں اسرائیل کو شکست ہوئی اور حزب اللہ نے اس کو معاہدے پر مجبور کردیا۔اس جنگ نے حزب اللہ کو خطے میں مزید تقویت دی اور نوجوانوں کے درمیان اس کی مقبولیت میں بے حد اضافہ ہوا۔ کے بعد نوجوان بڑی تعداد میں اس کے رکن بنے اور جذبہ شہادت نے لبنان کی سرزمین پر نئے انداز میں سر اٹھایا۔ سید حسن نصراللہ کی شہادت نہ پہلی ہے اور نہ آخری ثابت ہوگی ۔استعماری طاقتوں نے مزاحمتی کاز کو کمزور کرنے کے لئے ٹارگیٹ کلنگ کا راستہ اپنایا ہے جس میں خائنوں اور منافقوں نے اس کی بھرپور مدد کی ۔عراق میں جنرل سلیمانی کی شہادت سیمنافقانہ اور بزدلانہ کاروائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔پھر محسن فخری زادہ ،اسماعیل ہانیہ ،مزاحمتی کاز کے عظیم سپاہی اور اب سید حسن نصراللہ۔سید کا قتل یقیناً دشمن کی بڑی حصول یابی ہے مگر اس بزدلانہ حملے کو فتحمبین سے تعبیر نہیں کرسکتے ۔یہ قتل بھی اسی طرح کیا گیا جس طرح جنرل قاسم سلیمانی کو عراق میں شہید کیا گیا تھا۔فتحمبین تو وہ ہے جو حماس نے مزاحمتی محاذ کی مدد سے غزہ میں اسرائیل اور اس کی حلیف طاقتوں کو شکست دے کر حاصل کی ہے۔سید کی شہادت ہارے ہوئے دشمن کی ذہنی ونفسیاتی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے ۔دشمن بھی اس حقیقت کو بخوبی جانتا ہے اس لئے اسرائیل میں جشن کا ماحول نہیں بلکہ خوف وہراس کی فضا ہے۔کیونکہ اسرائیل کو یقین ہے کہ سید کا انتقام ضرور لیا جائے گا۔اس انتقام کی نوعیت کیا ہوگی یہ مزاحمتی محاذ طے کرے گا۔وہ دن دور نہیں جب ہم اسرائیل کو نابود ہوتے اور استعماری طاقتوں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوتے ہوئے دیکھیں گے ۔سید حسن نصراللہ مقاومتی محاذ کی روح تھے ۔ان کی ذہانت وفطانت ،شجاعت و بے باکی ،مدبرانہ حکمت عملی اور سیاسی بصیرت کے سبھی قائل تھے۔وہ تنہا لبنان کے جوانوں کے لئے نمونہعمل نہیں تھے بلکہ وہ پوری دنیا کے مسلم نوجوانوں کے سینوں میں دل بن کر دھڑکتے تھے ۔خاص طور پر مسئلہفلسطین پر ان کی بے باک رائے اور واضح موقف نے انہیں ملت کا محبوب بنادیا تھا۔اب ان لوگوں کے دل بھی ان کی طرف جھکنے لگے تھے جو ہمیشہ مسلکی زنجیروں میں جکڑے رہتےتھے ۔انہوں نے زندہ ضمیروں کے لئے خود کو نمونہعمل کے طور پر ثابت کیا اور حریت پسندوں نے ان کے نقش قدم پر چل کر آزادی کا خواب اپنی آنکھوں میں سنجویا تھا ۔انہوں نے خطے میں مزاحمتی محاذ کی مضبوطی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔خاص طور پر شام اور عراق میں داعش کی شکست کے بعد ایک نیا مقاومتی محاذ وجود میں آیا جس میں ان کے موثر کردار کو ہرگز بھلایا نہیں جاسکے گا۔حشدالشعبی ،انصاراللہ ،حماس اور دیگر مزاحمتی گروہوں کے جانبازوں کو انہوں نے بے حد متاثر کیا اور وہ ان کے فیصلوں اور شجاعانہ اقدامات کے گرویدہ رہے ۔ہزاروں نوجوان ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام دشمن طاقتوں سے لڑنے کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکلے اور اب بھی نوجوان انہیں اپنے لئے اسوہ حسنہ مانتے ہیں۔سید نے ہمیشہ رہبر معظم آیت اللہ العظمیسید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کو اپنا قائد تسلیم کیا۔وہ بغیر کسی تامل کے ان کے مشوروں اور فیصلوں پر عمل کرتے تھے ۔سید نے رہبر کے مشوروں کو ہمیشہ غیب کی باتوں سے تعبیر کیا جس کے بارے میں انہوں نے متعدد بار اپنی گفتگو میں اشارہ بھی کیا۔یقیناً ان کی شہادت رہبر معظم کے لئے بھی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اا کتوبر طوفان الاقصیکے بعد

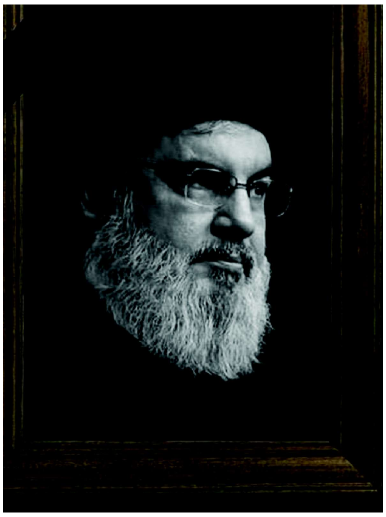

حزب اللہ نے قدس کی آزادی کے لئے حماس کے ساتھ جنگ میں حصہ لینا شروع کردیا تھا۔ابتدا میں جنگ کا دائرہ غزہ تک محدود رہا ۔لبنان کی سرحدوں پر کشیدگی رہی اور جھڑپیں ہوتی رہیں۔رفتہ رفتہ یہ جنگ غزہ سے لبنان کی سرحدوں کی طرف منتقل ہوگئی کیونکہ اسرائیل غزہ میں منہ کی کھاچکا تھا۔جس حماس کو چند دنوں میں ختم کرنے کے دعوے اسرائیلی وزیراعظم نتن یاہو کررہے تھے ،اس کو میدان جنگ میں شکست دینا ناممکن ہوچکا تھا ۔اس لئے کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی مثال ،اسرائیلی فوجوں نے بے گناہ عوام ،خاص طور پر عورتوں اور بچوں پر ظلم ڈھانا شروع کردیا۔اس لئے اب جنگ لبنان کی سرحدوں کی طرف منتقل ہوگئی تھی جہاں حزب اللہ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کا سامنا کیا۔سید حسن نصراللہ کا بار بار یہ کہنا کہ ہم عنقریب بیت المقدس میں نماز ادا کریں گے ،دشمن کو خوف ناک کرب میں مبتلا کردیتا تھا۔دوسری طرفحوثیوں نے بحر احمر کی گذرگاہوں کو اسرائیل اور اس کی حلیف طاقتوں پر تنگ کردیا تھا۔شام اور عراق میں موجود مزاحمتی محاذ بھی کھل کر میدان میں آچکے تھے ۔اس لئے جنگ براہ راست حزب اللہ کیساتھ شروع ہوگئی ۔گذشتہ چند ہفتوں میں اس جنگ کا دائرہ بڑھتا گیا اور پھر اسرائیل نے لبنان میں موجود اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سید حسن نصراللہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔سید کی شہادت کے بعد لبنان اور غزہ کی جنگ کا نئے مرحلے میں داخل ہوگی ۔اسرائیل کو بھی یقین ہے کہ اصل جنگ اب شروع ہوگی۔

شہید سید حسن نصر اللہ کون تھے؟

حزب اللہ نے ایک بیان جاری کرتے ہوئے اس تحریک کے جنرل سیکرٹری سید حسن نصر اللہ کی شہادت کی تصدیق کی ہے۔صیہونی رجیم نے بیروت پر شدید بمباری کر کے لبنان کے سیکرٹری جنرل کو شہید کر دیا۔ذیل میں ہم شہید حسن نصر اللہ کی فعال زندگی کو قارئین کے لئے اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل سید حسن عبدالکریم نصر اللہ 31 اگست 1960 کو صوبہ لبنان کے علاقے برج حمود میں ایک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے دس بہن بھائیوں میں نویں نمبر پر تھے، آپ کے والد کا نام عبدالکریم نصر اللہ تھا اور وہ پھلوں اور سبزیوں کی تجارت کرتے تھے۔ آپ نے النجاح اور سان الفیل اسکولوں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، جن میں عیسائی طلبہ کی اکثریت تھی۔ 1978 میں لبنان میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو اس وقت آپ 15 سال کے ہو چکے تھے اور آپ کو اپنے خاندان کیساتھ آبائی علاقے البازوریہ واپس جانا پڑا۔آپ نے علاقے کے صور اسکول میں تعلیم جاری رکھی، نصر اللہ بعد میں امل تحریک میں شامل ہو گئے اور البازوریہ علاقے میں اس تحریک کے نمائندے کے طور پر معروف ہو گئے۔ اس دوران آپ کی ملاقات مسجد امام صادق علیہ السلام کے امام سید محمد غراوی سے ہوئی جنہوں نے آپ کو اعلی حوزوی تعلیم کے لئے نجف اشرف جانے کا مشورہ دیا۔نجف اشرف میں آپ نے حزب اللہ کے سابق سیکرٹری جنرل سید عباس موسوی سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ مضبوط دوستی اور تعلق قائم کیا اور یہ دوستی لبنان میں حزب اللہ کے قیام میں ان کی پر جوش شرکت کا باعث بنی۔نصر اللہ 1979 میں اپنی تعلیم کا پہلا مرحلہ مکمل کرنے کے بعد لبنان واپس آئے اور ایک بار پھر اپنی حوزوی کی تعلیم کو بعلبک میں قائم حوزہ علمیہ جو کہ الدعوتحریک کے بانی آیت اللہ سید محمد باقر صدر کی نگرانی میں تھا، جاری رکھا۔حزب اللہ کے شہید سیکرٹری جنرل بعد میں بقاع کے علاقے میں امل تحریک کے نمائندے اور اس تحریک کے مرکزی سیاسی دفتر کے رکن بن گئے۔ 1982 میں جب اسرائیلی جارحیت پسندوں نے لبنان پر حملہ کیا تو تحریک امل میں پھوٹ پڑ گئی اور اس تحریک سے دو دھارے پھوٹے، پہلا گروہ نبیہ بری کی قیادت میں ایک سیاسی تحریک کی شکل اختیار کر گیا جب کہ دوسرا گروہ سید عباس موسوی کی قیادت میں مزاحمتی تحریک کے طور پر آگے بڑھا۔نیشنل

سالویشن بورڈ میں بشیر جمیل کی موجودگی کی وجہ سے انہوں نے امل تحریک سے علیحدگی اختیار کر لی جو بعد میں اسرائیلیوں کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے پائے گئے۔ سید حسن نصر اللہ نے بیروت کے علاقے کے نائب سربراہ کا عہدہ سنبھالا اور پھر اس علاقے کے سربراہ بن گئے۔کچھ عرصے بعد وہ لبنانی حزب اللہ کے ایگزیکٹو سربراہ بن گئے۔نصر اللہ لبنان کی حزب اللہ کی سپریم کونسل کے رکن بھی تھے، جو اس جماعت کی سپریم کمانڈ تھی۔ 1989 میں شہید سید مقاومت بیروت چھوڑ کر ایران کے شہر قم آ گئے اور وہاں اپنی حوزوی تعلیم جاری رکھی۔تاہم، 1991 میں، لبنان کے سیاسی منظر نامے میں تبدیلیوں اور لبنان کی حزب اللہ اور امل تحریک کے درمیان مسلح تصادم کے واقعات کے بعد وہ لبنان واپس آنے پر مجبور ہوئے اور ایک بار پھر حزب اللہ کی انتظامی ذمہ داری سنبھالی۔ اس وقت سید عباس موسوی حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے تھے اور شیخ نعیم قاسم ان کے نائب تھے۔ 16 فروری 1992 کو صیہونی رجیم کے ہوائی حملے میں سید عباس موسوی کی شہادت کے بعد جب سید حسن نصر اللہ کی عمر صرف 35 سال تھی، وہ لبنان میں حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اپنے دور میں حزب اللہ نے اپنی عسکری صلاحیتوں میں اضافہ کیا اور ایک متنوع فوجی ڈھانچہ تیار کیا جو صیہونی حکومت کے خلاف ایک بے مثال آپریشن کرنے میں کامیاب رہا اور بالآخر 22 سال کے قبضے کے بعد 2000 میں جنوبی لبنان سے صیہونی حکومت کے انخلا کا باعث بنا۔شہید سید حسن نصر اللہ کی مقبولیت میں جولائی 2006 کی 33 روزہ جنگ کے بعد بے پناہ اضافہ ہوا، ایک ایسی جنگ جس نے صیہونی حکومت کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا اور اس رجیم کو ذلت کے ساتھ جنوبی لبنان سے انخلا پر مجبور کر دیا۔شہید سید حسن نصر اللہ نے صیہونی حکومت کا مقابلہ کرنے کے بعد عرب اور اسلامی دنیا میں وسیع مقبولیت حاصل کی اور ان کا نام صیہونی حکومت کے خلاف اسلامی مزاحمت سے جوڑا گیا۔ لبنان کی حزب اللہ کے شہید جنرل سکریٹری سیاسی اور مذہبی امور میں وسیع علم رکھتے تھے اور ان کی تقریر میں اعلی فصاحت و بلاغت تھی، جس سے وہ طویل عرصے تک بغیر کسی پریشانی کے بول سکتے تھے۔ ان کی قیادت میں حزب اللہ 7 اکتوبر 2023 کو طوفان الاقصی آپریشن کے آغاز کے ساتھ ہی صیہونی رجیم کے خلاف جنگ میں داخل ہوئی اور غزہ کی مزاحمت کے ساتھ حمایت اور یکجہتی کے محاذ کے طور پر سامنے آئی۔اس دوران لبنانی محاذ اور مقبوضہ علاقوں میں روزانہ فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔

حزب اللہ کے سکریٹری جنرل سید حسن نصراللہ پر دہشت گردانہ حملے پر مولانا یعسوب عباس کا مذمتی بیان

لکھنو۔آل انڈیا شیعہ پرسنل لا بورڈ کے قومی ترجمان مولانا یعسوب عباس نے حزب اللہ کے سکریٹری جنرل شہید سید حسن نصراللہ پر اسرائیل کے دہشت گردانہ حملے کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔مولانا عباس نے اپنے بیان میں سید حسن نصراللہ کوخراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے اہم کردار کواجاگر کیا،جس میں انہوں نے داعش کے حملوں کے دوران حضرت زینب کے مقدس روضہ کی حفاظت کی۔مولانا یعسوب عباس نے نصراللہ کوایک مضبوط شیعہ رہنما قرار دیا جنہوں نے ہمیشہ فلسطین کے مظلوم عوام کی اسرائیلی جارحیت کے خلاف حمایت کی۔انہوں نے نصراللہ کی شہادت پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اسے مسلم دنیا کے لیے ایک بڑا نقصان قرار دیا اور اسرائیلی افواج کوان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔مولانا یعسوب عباس نے اقوام متحدہ سے اسرائیل پر دباؤ ڈالنے کی اپیل کی تاکہ وہ فلسطین اور لبنان کے عوام کے خلاف اپنی جارحانہ کارروائیوں کو روکے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ سید حسن نصراللہ کی شہادت ایک "ناقابل تلافی نقصان "ہے اور دنیا انہیں ہمیشہ مظلوموں کے ہمدرد کے طور پر یادرکھے گی۔

مولانا کلب جوادنقوی نے لبنان پر اسرائیلی حملوں کو کھلی ہوئی دہشت گردی سے تعبیر کیا

لکھنو۔مجلس علمائے ہند کے جنرل سکریٹری مولانا سید کلب جوادنقوی نے غزہ اور لبنان پر اسرائیلی جارحانہ حملوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں کھلی ہوئی دہشت گردی قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ استعماری طاقتیں غزہ کے بعد اب لبنان کو بھی تباہ کرنے کی تیاری میں ہیں۔اسرائیلی فوجیں ممنوعہ ہتھیاروں سے بے گناہ شہریوں اور رہائشی عمارتوں کو نشانہ بنا رہی ہیں، اور یہ دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے؟ دنیا کے سامنے بے گناہوں کا قتل عام ہورہا ہے، اور سب خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں، جو کہ قابل مذمت ہے۔مولانا کلب جوادنقوی نے کہا کہ اسرائیل کی جنگ حزب اللہ کے ساتھ ہے،لیکن نشانہ بے گناہ شہریوں کو بنایا جارہا ہے۔حزب اللہ نے کبھی بے گناہ شہریوں کونشانہ نہیں بنایا،لیکن اسرائیل نے درندگی اور دہشت کی تمام حدوں کو پار کردیا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ اقوام متحدہ اور حقوق انسانی کی عالمی تنظیموں کی بے بسی غزہ اور لبنان پر حملوں کے دوران نظر آئی،جس کی ماضی میں مثال کم ہی ملتی ہے۔اگر یہ عالمی ادارے امن کے قیام اور جنگ بندی میں کوئی کردار ادانہیں کر سکتے تو ان کے ہونے کا فائدہ کیا ہے؟مولانا نے حال ہی میں اقوام متحدہ کے اجلاس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ اس اجلاس میں سوائے مذمتی قراردادوں کے کوئی قابل ذکر فیصلہ نہیں کیا گیا،جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ادارے غیر موثر ہو چکے ہیں۔امریکہ نے اسرائیل کی فوجی مدد کے لئے تقریبا ارب ڈالر کی فوجی امداد منظور کی ہے،جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں امن کی دشمن ہیں اور انہیں جنگ بندی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔مولانا کلب جوادنقوی نے وضاحت کی کہ اس وقت غزہ اور لبنان میں اسرائیل نہیں بلکہ امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں لڑ رہی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کو شکست دینے اور ان کے خاتمے کے لئے تمام اسلام دشمن طاقتیں متحد ہیں، لیکن مسلمان ممالک انتشار اور اختلاف کا شکار ہیں۔انہوں نے کہا کہ ایران طویل مدت سے اقتصادی پابندیوں کا شکار ہے،لیکن اس نے کبھی استعمار کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ایران نہ کسی ملک سے اسلحہ خرید سکتا ہے اور نہ اپنا تیل اور گیس عالمی منڈی میں بیچ سکتا ہے،اس کے باوجود وہ استعمار کے خلاف استقامت کا مظاہرہ کررہا ہے۔مولانا نے کہا کہ مسلمان ممالک کی بے غیرتی اور عدم اتحاد نے عالم اسلام کو اس موڑ پر پہنچادیا ہے۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ لبنان اور غزہ میں فوری طور پر جنگ بندی ہونی چاہیے۔آخر دنیا کب تک مظلوموں کے قتل عام کا تماشا دیکھتی رہے گی؟

اللہ کو ناراض کر کے دوسرے کو خوش نہ کرو

ممبئی۔ممبئی کے امام جمعہ حج الاسلام والمسلمین مولانا سید احمد علی عابدی نے شیعہ خوجہ جامع مسجد ممبئی میں جمعہ کے خطبے میں کہا کہ خداوند عالم نے ہم لوگوں پر جو احسان کیا ہے اور جو سب سے بڑا احسان ہے وہ خداوند عالم نے ہمیں بہترین رہنما عطا کئے، ایسے رہنما ایسے رہبر خدا نے کسی بھی قوم کو عطا نہیں کئے اور یہ ہمارے مطالبہ پر، ہماری ڈیمانڈ پر نہیں ہے

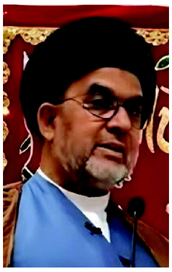

بلکہ خداوند عالم کے بے پناہ رحمت، اس کا کرم کہ اس نے ہم لوگوں پر رحم کیا اور ہم لوگوں کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے اور دنیا میں عزت دار زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیں ایسے رہنما عطا کئے، یہ وہ نعمت جس پر ہم جتنا شکر خدا ادا کریں کم ہے کہ ہم اپنے کو اس لائق نہیں پاتے، کیسے عظیم رہنماں کی رہنمائی خدا نے ہمیں نصیب فرمائی۔ ہم کو ایسے عظیم رہنما ملے جن سے بہتر دنیا میں کوئی رہنما نہیں ہیں اور یہ رہنما بھی ایسے آئے کہ جن کے دل میں ہماری محبت کوٹ کوٹ کے بھری ہے، جن کی فکر یہ تھی کہ کس طرح سے لوگوں کو صحیح راستے دکھائیں، کس طرح ہم کو ظلم و جہنم سے نجات دلائیں۔مولانا سید احمد علی عابدی نے کہا: ہمارے معصوم رہبروں کی نصیحتیں صرف ہمارے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ صرف ہمارے لئے رسول یا امام بن کر نہیں آئے تھے بلکہ پوری دنیا کے لئے رسول اور امام بن کر آئے تھے۔

تقویٰ اور علم طالب علم کیلئے بہت ضروری امام خمینیؒ اور شہدا نے علما کو عزت اور وقار عطا کیا

مشہد۔صدر ثقافتی کمیشن مجلس شورای اسلامی حجۃ الاسلام والمسلمین آقا تہرانی نے مشہد اردہال میں امام خمینی تعلیمی وتحقیقی ادارے کے جدید الورود طلاب سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: طلبا کو سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے حوزہ علمیہ میں کیوں قدم رکھا ہے، کیونکہ اگر آپ کو معلوم نہ ہو کوئی آلہ کس کام آتا ہے تو آپ اسے صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکتے۔ انہوں نے قرآن کریم میں رسول اکرمؐ کی فضیلت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ہر نیکی اور خیر رسول اکرمؐ کے نور کی برکت سے ہے، قرآن فرماتا ہے: (ترجمہ) رسول اکرمؐ ایک عظیم معلم ہیں، اور ہمیں بھی ایک اچھا شاگرد بننا ہوگا تاکہ اس عظیم معلم سے استفادہ کر سکیں۔انہوں نے مزید کہا انقلاب اسلامی سے پہلے صنف علما کو حقائق دین اسلام اور الٰہی اقدار کے اظہار کا موقع نہیں ملتا تھا، لیکن آج انقلاب اسلامی کی برکت سے حوزہ دین کی بات کو دنیا تک پہنچا سکتا ہے۔آقا تہرانی نے طلبا کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: سب سے اہم ذمہ داری آپ کی اچھی تعلیم حاصل کرنا ہے، آپ کو اپنے علم اور تقوی پر یقین رکھنا چاہیے، اگر ان میں سے کوئی بھی کمزور ہو، تو شیطان اسی کمزوری سے حملہ آور ہوتا ہے۔

قم المقدسہ میں نماز جمعہ کے بعد نماز گزاروں نے لبنان پر صہیونی حملے کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔

سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر طلاب قم کا جلوس غم

قم ۔ حوزہ علمیہ قم کے بعض مدارس کے طلاب نے سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر شدید غم کا اظہار کرتے ہوئے جلوس عزا برآمد کیا، طلاب نے جانبازان اسکوائر سے حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے حرم تک عزاداری کی اور اسرائیلی مظالم کے خلاف حزب اللہ کی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔طلاب نے اشکبار آنکھوں سے سید مقاومت کی شہادت پر غم کا اظہار کیا اور ماتمی جلوس میں کفن پوش ہوکر شرکت کی، طلاب نے اسرائیلی جارحیت کے خلاف حزب اللہ اور محور مقاومت کی بھرپور حمایت جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا اور اسرائیل کی مکمل نابودی تک مزاحمت کے ساتھ کھڑے رہنے کا اعلان کیا۔اس ماتمی جلوس میں سینکڑوں طلاب نے شرکت کی، جو لبیک یا نصر اللہ اور لبیک یا حسینؑ کے نعرے بلند کررہے تھے۔

شہید حسن نصر اللہ کے روڈ میپ پر عملدرآمد کا آغاز

تحریر: عبدالباری عطوان (چیف ایڈیٹر رای الیوم)

حال ہی میں حزب اللہ لبنان نے عبری زبان میں ایک بیانیہ جاری کیا ہے جو سیکرٹری جنرل حزب اللہ لبنان شہید سید حسن نصر اللہ کی شہادت کے بعد اپنی نوعیت کا منفرد بیانیہ ہے۔ حزب اللہ لبنان نے اس بیانیے میں غاصب صہیونی رژیم کے خلاف جنگ کا نیا مرحلہ شروع ہونے کا اعلان کیا ہے جو دراصل خطرناک ترین مرحلہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نیا مرحلہ پورے خطے میں طاقت کا توازن تبدیل ہو جانے میں اہم کردار کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ کے نتیجے پر بھی بہت زیادہ اثر انداز ہوگا۔ اس سے پہلے کہ ہم اس نئے مرحلے کی خصوصیات اور اس کے ممکنہ نتائج پر بات کریں، بہتر ہوگا کہ حزب اللہ لبنان کی جانب سے عبری زبان میں شائع ہونے والے حالیہ بیانیے کے چند اہم نکات کی جانب اشارہ کیا جائے۔

(1۔ حزب اللہ لبنان نے اس بیانیے میں اعلان کیا ہے کہ صہیونی فوج نے مقبوضہ فلسطین کے شمال میں واقع یہودی بستیوں میں عام شہریوں کے گھروں کو اپنے فوجی مراکز میں تبدیل کر رکھا ہے۔ اس طرح حیفا، عکا، طبریا اور صفد جیسے بڑے صہیونی شہروں میں واقع یہودی بستیاں دراصل صہیونی فوجی افسران اور فوجیوں کے مراکز بن چکے ہیں اور یوں صہیونی فوج، رہائشی عمارتوں کو لبنان پر وحشیانہ حملے انجام دینے کیلئے فوجی مراکز کے طور پر بروئے کار لانے میں مصروف ہے۔ لہذا حزب اللہ لبنان نے یہودی آبادکاروں کو خبردار کیا ہے کہ وہ ایسے فوجی مراکز سے دور ہو جائیں ورنہ ان پر میزائل حملوں کی صورت میں انہیں بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

(2۔ حزب اللہ لبنان نے اپنے بیانیے میں تاکید کی ہے کہ صہیونی دشمن نے گذشتہ دنوں کے دوران لبنان میں داخل ہونے کی سرتوڑ کوششیں انجام دی ہیں لیکن اسے ہر بار شکست اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اسی طرح حزب اللہ لبنان نے اعلان کیا ہے کہ جوابی حملوں میں صہیونی فوج کو شدید مالی اور جانی نقصان پہنچا ہے اور بڑی تعداد میں اس کے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئی ہیں۔

(3۔ حزب اللہ لبنان نے کہا ہے کہ وہ دوبارہ حالات اپنے کنٹرول میں لینے میں کامیاب ہو چکی ہے اور تنظیم نو کے بعد اندرونی رابطے بحال ہو چکے ہیں اور کنٹرول روم اور میدان جنگ میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

(4۔ حزب اللہ لبنان نے اپنے بیانیے میں اس بات پر زور دیا ہے کہ شہید سید حسن نصر اللہ کا راستہ جاری رکھا جائے گا اور ان کی سیاسی میراث کی حفاظت کی جائے گی۔ اس بیانیے میں شہید سید حسن نصر اللہ سے عہد کیا گیا ہے کہ ان کی حکمت عملی آگے بڑھائی جائے گی اور نہ صرف شمالی مقبوضہ فلسطین سے نقل مکانی کرنے والے یہودی آبادکار واپس نہیں لوٹ پائیں گے بلکہ جلاوطن صہیونیوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہوگا۔

حزب اللہ لبنان کے بیانیے میں اہم ترین نکتہ اس بات کا اعلان ہے کہ آج کے بعد لبنان میں عام شہری نشانہ بننے کی صورت میں مقبوضہ فلسطین میں بھی سویلین صہیونیوں کو نشانہ بنایا جائے گا اور یوں آنکھ کے بدلے آنکھ کا قانون اجرا کیا جائے گا۔ لہذا اگر صہیونی رژیم لبنان میں عام شہریوں کی قتل و غارت جاری رکھتا ہے تو ایسی صورت میں مقبوضلہ فلسطین میں بھی تمام یہودی آبادکار میزائل حملوں کا نشانہ بنیں گے۔ البتہ مقبوضہ فلسطین میں یہودی آبادکار بھی مسلح ہیں اور انہیں عام شہری نہیں کہا جا سکتا۔ حزب اللہ لبنان نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ صہیونی رژیم کے تمام انفرا اسٹرکچرز کو بھی نشانہ بنایا جائے گا اور جتنے مراکز صہیونی فوج کے زیر استعمال ہیں چاہے وہ ایئرپورٹس ہوں یا بندرگاہیں یا پانی، بجلی اور گیس کی تنصیبات ہوں، انہیں بھی میزائل اور ڈرون حملوں سے نشانہ بنایا جائے گا۔

صہیونی وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو نے مقبوضہ فلسطین کے شمالی حصوں سے نقل مکانی کرنے والے آبادکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی اپنے گھروں میں واپسی یقینی بنائی جائے گی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا یہ وعدہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا۔ حزب اللہ لبنان نے صہیونی فوج کی زمینی جارحیت کے بعد صہیونی رژیم کے شمالی شہروں پر حملوں کی شدت میں اضافہ کر دیا ہے اور روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں راکٹ اور میزائل حیفا، صفد، طبریا جیسے بڑے شہروں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ اب تک حیفا سے بھی لاکھوں دیگر یہودی آبادکار نقل مکانی کر کے تل ابیب اور دیگر جنوبی شہروں کی طرف جانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر صہیونی شہر کریات شمونا ہی کو دیکھ لیں جو اس وقت پوری طرح خالی ہو چکا ہے اور وہاں مقیم 25 ہزار یہودی آبادکار اس شہر کو چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

لہذا حزب اللہ لبنان اب آنکھ کے مقابلے میں آنکھ، سویلین کے مقابلے میں سویلین اور ایئرپورٹ کے مقابلے میں ایئرپورٹ کے قانون کے تحت جنگ کے نئے مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ یہ وہی قانون ہے جس کا اعلان شہید سید حسن نصر اللہ نے کیا تھا۔ یہ قانون صرف حزب اللہ لبنان کیلئے ہی نہیں بلکہ اب خطے میں تمام اسلامی مزاحمتی گروہ اس پر عمل پیرا ہوں گے اور یہ وہی چیز ہے جس نے صہیونی حکمرانوں کے ساتھ امریکی حکمرانوں کو بھی شدید خوف و ہراس کا شکار کر رکھا ہے۔ حال ہی میں ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر ڈاکٹر محمد باقر قالیباف اپنا جہاز خود اڑا کر لبنان کے دارالحکومت بیروت پہنچے ہیں اور لبنانی حکومت اور عوام کے نام رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کا خصوصی پیغام پہنچایا ہے۔ لہذا آنے والے دنوں میں ہمیں حیرت انگیز تبدیلیوں کی توقع رکھنی چاہئے۔

ماہ ربیع الثانی

مولانا سید علی ہاشم عابدی

ہجری سن کا چوتھا مہینہ ماہ ربیع الثانی ہے، ماہ ربیع الاول کے بعد ہونے کے سبب اسے ربیع الآخر یا ربیع الثانی کہتے ہیں۔ یہ مہینہ کئی جہتوں سے اہمیت کا حامل ہے۔ سرکار ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میلاد مسعود کے بعد کائنات، خصوصا جزیرہ عرب بالاخصوص مکہ مکرمہ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی سبب، آپؐ کی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آیات احکام کے نزول اور اس پر عمل اور خالص عادلانہ نظام حکومت کے قیام کے سبب، آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد اسلام کے عادلانہ نظام حکومت میں انحراف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام کی پچیس سالہ خانہ نشینی کا آغاز اور آپؐ کی اکلوتی یادگار بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ پر پڑنے والے مصائب اور آپکی مظلومانہ شہادت سے پہلے کے حالات۔ اسی طرح امام حسینؑ اور آپؑ کے باوفا اصحاب کی شہادت اور اہل حرم کی مظلومانہ اسیری کے بعد رہائی اور انکی مدینہ واپسی کے بعد وہاں اور دیگر اسلامی مملکت میں رونما ہونے والے حالات ہیں۔

ذیل میں ماہ ربیع الثانی کی اہم مناسبتیں پیش ہیں۔

یکم ربیع الثانی

شہادت رسولؐ کے بعد لشکر اسامہ رومیوں سے جنگ کیلئے نکلا۔ سن 11ہجری

واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسلمانوں کو رومیوں سے جنگ کے لئے لشکر اسامہ میں بھیجا لیکن اس وقت کوئی نہ گیا اور رسول اللہؐ کی نافرمانی کی۔

3 ربیع الثانی

1۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام جرجان (صوبہ گلستان) تشریف لائے۔ سن 255ہجری

محدث قطب الدین راوندی نے اپنی کتاب الخرائج و الجرائح میں جعفر بن شریف جرجانی سے نقل کیا کہ انھوں نے بیان کیا۔ میں ایک سال حج پر گیا تو اس سے پہلے سامرہ میں امام عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ذریعہ شیعوں نے امام کی خدمت میں کافی مال و اسباب بھیجا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں آپ سے پوچھتا کہ اسے کس کو دوں آپ نے فرمایا: میرے غلام مبارک کو دے دو۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: خدا ابراہیم بن اسماعیل کو ہمارے شیعوں کیساتھ نیک سلوک کرنے پر جزائے خیر دے، انکے گناہوں کو معاف کرے اور اللہ انہیں ایک صحت مند بچہ عطا کرے گا جو حق بولے گا ان سے کہنا کہ (امام) حسن بن علی (عسکریؑ) نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھیں۔

میں امام علیہ السلام سے رخصت ہوا اور ارکان حج کی ادائگی کے بعد روز جمعہ 3 ربیع الثانی سن 255ہجری کو جرجان پہنچا۔ رشتہ دار، دوست واحباب اور مومنین مجھ سے ملاقات اور حج کی مبارک باد دینے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ ہمارے مولا وآقا حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا تھا کہ آج دن ڈھلنے سے پہلے وہ یہاں تشریف لائیں گے لہٰذا آپ لوگ انکی زیارت، اپنے سوالات کے جوابات اور حاجات کی برآوری کے لئے تیار رہیں۔

4 ربیع الثانی

ولادت حضرت عبدالعظیم حسنیؑ سن 173ہجری

نامور عالم اور راوی حدیث حضرت عبدالعظیم حسنی علیہ السلام کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے امام حسن مجتبیٰؑ تک پہنچتا ہے۔ آپ کو کئی معصوم ائمہؑ کی مصاحبت کا شرف حاصل ہوا، اپنا عقیدہ امام علی نقیؑ کی خدمت میں پیش کیا تو امام نے اسکی تائید و توصیف فرمائی۔ حضرت عبدالعظیم حسنیؑ کا مزار مقدس شہرری (تہران) میں ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے زائر کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب ملتا ہے۔

8 ربیع الثانی

شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ (رسولؐ خدا کی شہادت کے 40دن بعد شہید ہونیوالی روایت کے مطابق) سن 11 ہجری

10 ربیع الثانی

1۔ وفات کریمہ اہلبیت حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا قم سن 201ہجری

2۔ ولادت باسعادت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سن 232ہجری

3۔ انہدام گنبد امام علی رضاؑ سن 1330ہجری

روسی فوجیوں نے حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ مبارک کے گنبد کو منہدم کیا۔

25 ربیع الثانی

1۔ معاویہ بن یزید نے حکومت سے کنارہ کشی کی۔ سن 64ہجری

تیسرا اموی حاکم معاویہ بن یزید اپنے باپ یزید ملعون کی ہلاکت کے بعد حسب وصیت حاکم ہوا۔ تخت حکومت پر قدم رکھا اور ایک تاریخی خطبہ دیا کہ جسمیں اپنے باپ دادا کے گناہ وانحراف کی مذمت کرتے ہوئے امیرالمومنین امام علی علیہ السلام سے جنگ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو عظیم گناہ بتایا اور خود کو حکومت سے بے دخل کر کے خانہ نشین ہو گیا اور کچھ ہی دنوں بعد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ بعض روایات کے مطابق بنی امیہ نے اسے زہر دیا تھا۔

30 ربیع الثانی

1۔ وفات ام المومنین، ام المساکین جناب زینب بنت خزیمہ سن 4ہجری

ام المومنین جناب زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا شمار ان باعظمت خواتین میں ہوتا ہے جنکا دور جاہلیت میں بھی فقراو مساکین پر رحم وکرم اور احسان زباں زد خاص وعام تھا کہ آپ کو ام المساکین (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

رسول خداؐ کے جلیل القدر صحابی جناب عبیدہ بن حارث سے آپ کی مکہ مکرمہ میں شادی ہوئی اور آپ نے اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ مدینہ میں اسلام کی پہلی جنگ، جنگ بدر میں آپ کے شوہر جناب عبیدہ شدید زخمی ہوکر راہ خدا میں شہید ہو گئے۔ (ابن ہشام ۔ ج 2، ص 277) تو آپ مدینہ میں یک و تنہا ہو گئیں۔

جناب عبیدہ کی شہادت کے ایک برس بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی کفالت وسرپرستی کی غرض سے شادی کا پیغام بھیجا جسے آپ نے قبول فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر ادا کر کے عقد فرمایا اور آپ کے لئے دیگر ازواج کی طرح ایک حجرہ بنوایا۔ لیکن زندگی نے وفا نہیں کی اور کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ربیع الثانی سن 4ہجری کو آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ (بلاذری ج 1، ص 516)

جب جناب زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات ہوئی تو اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیؐ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیویوں نے آپ کی زندگی میں رحلت فرمائی مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور مدینہ منورہ میں جناب زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہا ہیں۔ باقی تمام ازواج حضورؐ کی رحلت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ (تاریخ طبری۔ ج3، ص168)

مظلوموں کی حمایت: نبی گرامیؐ کی لازوال سیرت

حجاز کے اس جاہلی ماحول میں آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں، مظلوم کے ناصراور مددگار بنیں، دنیا کوظلم اور جور سے پاک دنیا میں تبدیل کر کے دنیا کو وحی اور عقل کی بنیادوں پر آگے لیکر بڑھیں تا کہ معاشرہ میں سماجی انصاف اور عدالت کا مزاج پیدا ہوسکے اسی لئے انبیا کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا ایک مقصد قیام عدالت بیان ہورہا ہے۔ارشاد ہوتا ہے: یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں (معجزات) کیساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل تا کہ لوگ عدل و انصاف کے ساتھ قیام کریں۔امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اپنی آخری وصیت میں اپنی اولادوں اپنے شیعوں اورتمام انسانون کو وصیت کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں: ظالم کے دشمن اور مظلوم کے ناصرو مددگار بنو۔سیرت مرسل اعظمؐ کا ایک بےنظیر واقعہ جس کی اس دور میں نظیر نہیں ملتی، قیام امن کیلئے پہلی مرتبہ عرب کی سرزمین پر پیش آنے والا حادثہ ہے جسے تاریخ حلف الفضول کے نام سے جانتی ہےاور تاریخ بشری میں یہ واقعہ ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔واقعہ کچھ یوں ہے کہ زبیدی قبیلہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص مکہ مکرمہ میں تجارت کا سامان لے کر آیا اور قریش کے ایک سردار عاص بن وائل نے یہ سب سامان خرید لیا؛ لیکن اس کا حق اس کو نہیں دیا، زبیدی نے سرداران قریش کی حمایت حاصل کرنا چاہی؛ لیکن قوم وقبیلہ کا تعصب اور عاص بن وائل کی حیثیت و وجاہت اور جاہلی ثقافت نے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور انھوں نے اس زبیدی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اس کو سخت وسست کہہ کر واپس کر دیا، اب زبیدی نے کوہ ابوقبیس کی بلندی سے اہل مکہ سے فریاد کی اور ہر باغیرت وحق وانصاف کے حامی شخص سے مدد کی درخواست کی۔اس دادخواہی کو سن کر مکہ کے چند غیرت مند جوان عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے، ان غیرت مند جوانوں محسن انسانیت محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیؐ بھی تھے جبکہ اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی، سب نے مل کر عہد و پیمان کیا کہ وہ سب ظالم کے مقابلہ اور مظلوم کی حمایت میں ایک ہاتھ کی طرح رہیں گے اور جب تک ظالم سے مظلوم کا حق نہ دلوادیں چین سے نہ بیٹھیں گے، قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا، اور سب مل کر عاص بن وائل کے پاس گئے اور زبیدی سے زبردستی لوٹا ہوا مال مکہ کے اس ظالم سے واپس لے کر اس مظلوم اور بے سہارا اجنبی شخص کو واپس کیا۔

شہادت سے عظیم کوئی مرتبہ نہیں

شہیدوں کے خون کے جتنے قطرے زمین پر گریں گے اتنے ہی سلیمانی اور نصر اللہ پیدا ہوں گے: مولانا کلب جواد نقوی

لکھنو۔حزب اللہ لبنان کے جنزل سکریٹری سید حسن نصراللہ کی شہادت کی یاد میں درگاہ حضرت عباس رستم نگر لکھنو میں مومنین لکھنوکی جانب سے تعزیتی اوراحتجاجی جلسے کا انعقاد ہوا جس میں بڑی تعداد میں علما اور عوام نے شرکت کی ۔مظاہرین نے امریکی اوراسرائیلی دہشت گردی کے خلاف نعرے بازی کی جس میں انہوں نے سید حسن نصراللہ کو دہشت گرد کہا ہے ۔اس موقع پر نوجوانوں نے کینڈل مارچ بھی نکالے جو درگاہ حضرت عباس آ کر جلسے میں شامل ہو گئے ۔اس موقع پر امریکی صدر اور اسرائیلی وزیر اعظم کے خلاف مردہ باد کے نعرے بھی لگائے گئے ۔تعزیتی جلسے کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے قاری معصوم مہدی نے کیا۔اس کے بعد افتتاحی تقریر کرتے ہوئے مولانا حیدر عباس رضوی نے کہا کہ سید حسن نصراللہ کی شہادت کے بعد استعماری طاقتوں کو یہ یقین ہو گیا ہیکہ وہ مومنین کے دلوں پر راج کرتے تھے ۔سید حسن نصراللہ نے کہا تھا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہمیں شہید کر کے ختم کر سکتے ہو تو پھر ہم کربلا میں ہی ختم ہو گئے ہوتے ۔مگر شہادت ہمیں نیا جذبہ اور حوصلہ عطا کرتی ہے ۔مولانا نے کہا کہ ان شا اللہ وہ دن دور نہیں جب ہم ان شہادتوں کے صدقے میں مسجد اقصی میں نماز ادا کریں گے ۔مجلس علمائے ہند کے جنزل سکریٹری مولانا سید کلب جواد نقوی نے شہادت اور شہید کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ شہادت سے عظیم کوئی مرتبہ نہیں ہے ۔جو انبیا، صالحین اور اولیا کا مقام ہے وہ شہید کے حصے میں آتا ہے ۔مولانا نے کہا کہ روز محشر شہدا کو شفاعت کا حق حاصل ہوگا۔مولانا نے گودی میڈیا کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ میڈیا والے نہیں ہیں بلکہ امریکہ اور اسرائیل کے پالتو ہیں جو بھونک رہے ہیں ۔آخر ہمارا قومی میڈیا امریکی اور اسرائیلی میڈیا کی طرح سید حسن نصراللہ کو دہشت گرد کیوں کہہ رہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ میڈیا امریکہ اور اسرائیل کا زرخرید ہے ۔ان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے جو ادھر سے آتا ہے اسی کو دہراتے ہیں ۔مولانا نے کہا کہ کیا ظالم سے ٹکرانے والا دہشت گرد ہوتا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمارے جن مجاہدوں نے انگریزوں سے لوہا لے کر ہمیں آزادی دلوائی انہیں کیا کہو گے ؟ مولانا نے کہا حسن نصراللہ کو وہی لوگ دہشت گرد کہہ رہے ہیں جو گاندھی جی اور بھگت سنگھ کے نظریے کے مخالف ہیں ۔مولانا نے کہا کہ ہم اپنی حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ میڈیا پر لگام لگائے اور انہیں کنڑول کرے ۔مولانا نے کہا کہ دہشت گرد وہ ہوتا ہے جو معصوم عوام کو قتل کرے ۔اب دیکھ لو کون معصوم اور بے گناہوں کو مار رہا ہے ۔کیا اب تک حزب اللہ نے کسی ایک بے گناہ کو بھی قتل کیا ہے؟ کیا انہوں نے رہائشی عمارتوں پر حملے کئے؟ ہرگز نہیں !اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے ۔لیکن اسرائیلی اور امریکی فوجوں نے بے گناہوں کا قتل کیا ہے ۔رہائشی عمارتوں پر بم برسائے ہیں ،عورتوں اور بچوں کو مارا ہے۔اس لئے میڈیا کو اصلی دہشت گردوں کو پہچاننا چاہیے ۔لبنان میں پیجر دھماکے ہوئے ان میں بے گناہ عوام ماری گئی ۔کیا اب بھی اسرائیل کو دہشت گرد نہیں کہو گے؟ جو اپنی آزادی اور حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں انہیں دہشت گرد کہا جا رہا ہے ، یہ قابل مذمت ہے ۔انہوں نے کہا کہ شہیدوں کے خون کے جتنے قطرے زمین پر گریں گے اتنے سلیمانی اور نصراللہ پیدا ہوں گے ۔مولانا تسنیم مہدی زید پوری نے شہدائے اسلام کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔عادل فراز نے نظامت کے فرائض انجام دیئے ۔جلسے میں تا حد نگاہ مجمع تھا ۔سڑکیں جام تھیں ۔درگاہ کے اطراف وجوانب میں مرد وزن موجود تھے ۔ہر طرف امریکہ، اسرائیل ،نتن یاہو، جوئے بائیڈن اور گودی میڈیا کے خلاف نعرے لگ رہے تھے اور یہ مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ ہمارا قومی میڈیا امریکی اور اسرائیلی میڈیا کی غلامی نہ کرے ۔تعزیتی جلسے میں مولانا سید حیدر عباس رضوی ،مولانا سرتاج حیدر زیدی، مولانا تفسیر حسین ،مولانا محمد ثقلین باقری ، مولانا قمر الحسن ،مولانا فیروز حسین زیدی، مولانا زوار حسین ،مولانا واثق رضا،مولانا اعجاز حیدر ،ڈاکٹر حیدر مہدی ،مولانا فیض عباس مشہدی ،اور دیگر علمانے شرکت کی ۔

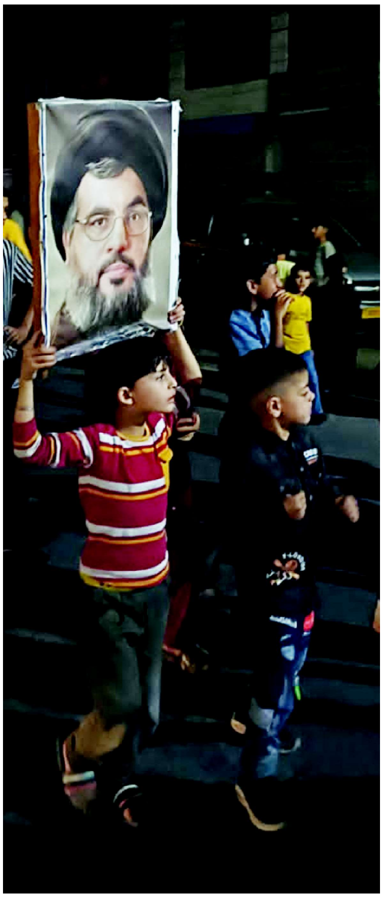

سید حسن نصراللہ کی شہادت پر اربیل شالیمار سرینگر میں عاشور خانہ باغ زینبؑ میں احتجاجی ریالی نکالی گئی۔

اسرائیل پر سپاہ پاسداران انقلاب کی جانب سے سینکڑوں میزائل داغے جانے کے بعد ایران کے مختلف شہروں میں عوام نے گھروں سے نکل کر جشن منایا۔

حزب اللہ کیساتھ زمینی جنگ میں 14 اسرائیلی فوجی ہلاک

شہید قدس و مقاومت حزب اللہ رہنما سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر اسرائیل کے خلاف آج خوجہ جماعت حیدر آباد کی جانب سے بعد نماز جمعہ مسجد علی ٹینک بینڈ میں احتجاجی ریالی نکالی گئی کثیر تعداد میں مومنین نے ریالی میں حصہ لیتے ہوئے حسن نصر اللہ زندہ باد کے نعرے لگائے۔

شہید قدس و مقاومت حزب اللہ رہنما سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر اسرائیل کے خلاف آج انجمن امامیہ بنگلور کے زیر اہتمام مومنین بنگلور کی جانب سے مسجد عسکری جانسن مارکٹ تا شیعہ قبرستان حصور روڈ بنگلور میں احتجاجی ریالی نکالی گئی علما اکرام دانشوران کے علاوہ کثیر تعداد میں مومنین نے ریالی میں حصہ لیتے ہوئے حسن نصر اللہ زندہ باد اور فلسطین کی حمایت میں نعرے لگائے۔ اسکے علاوہ مومنین بنگلور نے گستاخ رسولؐ ملعون نرسنگھا نند کے خلاف بھی نعرے لگاتے ہوئے سخت الفاظ میں مذمت کی۔

یہودیوں کی مسلمانوں سے مخالفت کی تاریخی وجوہات

سید باقری

یہودیوں خصوصاً صیہونیوں کا مسلمانوں سے ظالمانہ اور انسانیت سے عاری رویہ آج تمام دنیا کے سامنے ہے حتی کہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں اگر مسلمان مورد ظلم قرار پا رہے ہیں تو وہاں کسی نہ کسی شکل میں اس کے پیچھے یہودی سازش نظر آئے گی۔ اس ظلم و ستم کا سب سے آشکار نمونہ مظلوم فلسطینی عوام پر صیہونیوں کے مظالم ہیں جو سالوں سے دنیا کی ایک اہم خبر بن گئے ہیں حتی کہ اس مسئلہ کو حل و فصل کرنے کیلئے انقلاب اسلامی امام خمینیؒ نے رمضان کے آخری جمعہ کو روز قدس کے عنوان سے منانے کا حکم دیا تا کہ فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم و ستم کو لوگ بھول نہ جائیں۔ لہٰذا یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس ظالمانہ رویہ کی وجہ کیا ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خود قرآن یہودیوں کی اس خصلت کے بارے میں صاحبان ایمان کو آگاہ کر رہا ہے کہ تم سے سب سے زیادہ دشمنی یہود کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے ہوشیار رہو، اس آیت میں دشمنی کا حکم نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ دشمنی کے مقابل ردعمل ہے۔ حتی کہ مدینہ میں ساکن یہودیوں نے کفار و مشرکین سے دوستی کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اور مسلمانوں سے دوستی پر ترجیح دی، یہ یہودی مسلمانوں کے خلاف لڑی جانیوالی تمام جنگوں میں براہ راست یا بالواسطہ ملوث تھے۔

اسلام میں معاشی نظام کا مقصد

مولانا سید رضی زیدی پھندیڑوی

اسلام کا معاشی نظام اور انسانی زندگی میں خوشحالیاں کے عنوان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قدیم زمانے میں ضرورتیں مختصر اور سادہ ہوا کرتی تھیں، لیکن تہذیب و تمدن کیساتھ ساتھ ان میں اضافہ اور تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔ بنیادی طور پر ہمیں بھوک مٹانے کیلئے غذا، تن ڈھانپنے کیلئے کپڑا اور رہنے کیلئے مکان درکار ہے۔ لیکن اسکے علاوہ انسان کو بہت سی ایسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو آرام و آسائش پہنچاتی ہیں اور تفریح کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ مثلاً صوفہ، ٹیلی ویژن فریج، ایرکنڈیشنز، موٹر سائیکل اور کار وغیرہ ہیں۔ چنانچہ ان حاجات کو پورا کرنے کیلئے انسان محنت کرتا ہے اور دولت کماتا ہے۔ اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ کسان کھیتوں میں، مزدور کارخانوں میں، کلرک دفتروں میں سرگرم عمل ہیں۔ غرض ڈاکٹر، پروفیسر، وکیل، دھوبی اور نائی ہر شخص اپنا کام کر رہا ہے تاکہ دولت حاصل کر کے ضرورت کی اشیا حاصل کر سکے۔ انسان کی اس جدوجہد کا اور اسکی کوششوں کا تعلق معاشیات سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ دراصل انسان کی خواہشات بے شمار ہیں لیکن انہیں پورا کرنے کے ذرائع کم ہیں۔ لہٰذا اسے یہ مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو قلیل ذرائع سے کیسے پورا کرے۔ گویا اسے بے شمار خواہشات میں انتخاب اور ذرائع میں کفایت کرنی پڑتی ہے۔ انسانی طرز عمل کے اس پہلو کے مطالعہ کا نام معاشیات ہے۔

مزید کہا کہ حاجات کی کثرت اور وسائل کی قلت کے باعث دنیا کی بیشتر آبادی مسائل سے دوچار ہے۔ مثلاً غربت، جہالت، فساد، بے رحمی، بیماری، قحط، بے روزگاری اور افراط زر وغیرہ ہیں۔ چنانچہ معاشی ماہرین ان مسائل پر غور و فکر کرتے ہیں اور انہیں حل کرنے کے لیے معاشی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور معاشی ترقی پر زور دیتے ہیں، ایسی تجویزیں پیش کرتے ہیں جس سے ملک میں اشیا کی پیداوار بڑھے، روزگار ملے اور لوگوں میں دولت کی تقسیم منصفانہ ہو، خوشحالی کا معیار بلند ہو اور ان کی ضرورتیں احسن طریقہ سے پوری ہوں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ معاشیات کے جدید اصولوں اور نظریات سے فائدہ اٹھا کر اقتصادی ترقی کے لیے کوشش کی جائے۔ تاکہ اشیا کی پیداوار بڑھے، لوگوں کو روزگار ملے اور لوگوں کو ضرورت کی اشیا ملیں اور معاشرہ خوشحالی کی طرف سفر کرے۔ انکا کہنا تھا کہ انسان کے معاشی مسئلہ کے مختلف پہلوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا نظام بنایا جائے کہ کس طرح تمام انسانوں کو ان کی ضروریات زندگی کے پہچانے کا انتظام ہو اور کس طرح معاشرے میں ہر فرد اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق ترقی کر کے اپنی شخصیت کو نشو و نما دینے اور اپنی لیاقت کو درجہ کمال پر پہنچانے کے مواقع حاصل کرے۔

معاشی نظام کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو کہ وہ بچہ ہو یا بوڑھا، عورت ہو کہ مرد بغیر کسی قید دین جنس کے کم از کم اپنا سامان حیات ضرور میسر ہو۔ جس کے بغیر عام طور پر ایک انسان اطمینان کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی اپنے فرائض و واجبات ٹھیک طرح سے ادا کر سکتا ہے۔ جو مختلف حیثیت سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کے ہر ایک فرد کیلئے کسی نہ کسی درجہ میں خوراک، لباس اور مکان کے علاوہ علاج، تعلیم اور روزگار کا مناسب انتظام ہو اور کوئی فرد ان بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے اور یہی ایک اسلامی معاشرے کا مقصد ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام معاشیات : سرمایہ دارانہ نظام: ایک معاشی و معاشرتی نظام ہے جس میں سرمایہ بطور عامل پیدائش خصوصی شعبہ کے اختیار میں ہوتا ہے یعنی کرنسی چھاپنے کا اختیار حکومت کے بجائے کسی پرائیوٹ بینک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اشتراکی نظام کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام میں خصوصی شعبہ کی ترقی معکوس نہیں ہوتی بلکہ سرمایہ داروں کی ملکیت میں سرمایہ کا اضافہ ہوتا ہے اور ثروتمند ثروتمند تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں منڈی آزاد ہوتی ہے اس لیے اسے آزاد منڈی کا نظام بھی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ آج کل کہیں بھی منڈی مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتی مگر نظریاتی طور پر ایک سرمایہ دارانہ نظام میں منڈی مکمل طور پر آزاد ہوگی۔ جملہ حقوق، منافع خوری اور نجی ملکیت اس نظام کی وہ خصوصیات ہیں جس سے سرمایہ دارانہ نظام کے مخالفین کے مطابق غریبوں کا خون چوسا جاتا ہے۔ جدید دانشوروں کے مطابق آج سرمایہ دارانہ نظام اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے اور ایک متبادل نظام کی آوازیں شدت سے اٹھنا شروع ہوگئیں ہیں اور وہ متبادل نظام ہی اسلامی نظام ہے۔

اسلامی نظام معاشیات : اسلامی نظام معاشیات ایک ایسا مضمون ہے جس میں معاشیات کے اصولوں اور نظریات کا اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ میں معیشت کس طرح چل سکتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس مضمون کے بنیادی موضوعات میں یہ بات شامل ہے کہ موجودہ معاشی قوتوں اور اداروں کو اسلامی اصولوں کے مطابق کس طرح چلایا جا سکتا ہے مثلاً بینک کاری کو اسلامی بنیادوں میں کیسے ڈھالا جا سکتا ہے یا موجودہ نظام سود کو کیسے تبدیل کیا جائے جس سے سود کے بغیر ادارے، کاروبار اور معیشت چلتی رہے۔ اسلامی معیشت کے بنیادی ستونوں میں زکو، خمس، جزیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں یہ تصور بھی موجود ہے کہ اگر صارف (یوزر) یا پیداکار (مینوفیکچر) اسلامی ذہن رکھتے ہوں تو ان کا بنیادی مقصد صرف اس دنیا میں منافع کمانا نہیں ہوگا بلکہ وہ اپنے فیصلوں اور نیتوں میں آخرت کو بھی مدنظر رکھیں گے۔ اس سے صارف اور پیداکار کا رویہ ایک مادی مغربی معاشرہ کے نظریہ سے مختلف ہوگا اور معاشی امکانات کے مختلف نتائج برآمد ہوں گے؛ معیشت کے موضوع کو مسلم معاشروں میں زیر بحث نہیں لایا جاتا اور نہ ہی اس پر گفتگو کی جاتی ہے کہ کیا اسلام کا کوئی معاشی نظام بھی ہے۔ اسلام انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا کوئی تصور دیتا ہے؟ اس وقت دنیا میں اسلام کا معاشی نظام عملی طور پر دکھائی نہیں دیتا۔ مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے لیکن نظام اور سسٹم کے حوالے سے سرمایہ داری کو اپنی ترقی کی بنیاد قرار دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بحثیت قوم ذلیل و پست کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ افلاس نے ہمارے معاشرے پر ڈیرہ ڈال رکھا ہے اور پھر اوپر سے ایک اور ظلم یہ ہے کہ اسلام اور مذہب کے نمائندے غربت و افلاس کو تقدیر کا لکھا ثابت کر کے ہمیں اس ظالمانہ سرمایہ داری نظام کی پیدا کردہ خرابیوں کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ بنیادی طور پر اگر غور کیا جائے کہ اسلام کا منشا کیا ہے؟ اسلام چاہتا کیا ہے؟ دین اسلام چونکہ انسانی فطرت کا ترجمان ہے تو انسان کی زندگی کے دو رخ ہیں جس سے جنم لینے والی انسان کی احتیاجات اور ضروریات ہیں۔ دوسرا اس کا روحانی اور اخلاقی رخ ہے۔ اب انسان کی اخلاقی زندگی کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس کی معاشی ضروریات کو پورا نہ کر لیا جائے۔ اس حوالے سے معیشت انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب سوال یہ ہے معاشی نظام ہم کیوں قائم کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے وسائل دولت اس دنیا میں پیدا کر دیئے ہیں۔ اب معاشی نظام قائم کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے جو وسائل پیدا فرمائے ہیں اس سے استفادہ کا ایک ایسا نظام بنایا جائے کہ جس سے انسانی احتیاجات کی تکمیل ہو اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔

آیت اللہ مصباح یزدیؒ

مولانا سید علی ہاشم عابدی

عالم، فقیہ، مجتہد، فیلسوف، مفسر قرآن، استاد حوزہ علمیہ حضرت آیت اللہ محمد تقی مصباح یزدی رحمہ اللہ علیہ 31 جنوری 1935 عیسوی بروز جمعرات ایران کے مشہور شہر یزد کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ شفیعیہ یزد میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلی دینی تعلیم کیلئے باب مدینالعلم حضرت امیر المومنینؑ کے جوار نجف اشرف تشریف لے گئے لیکن بعض گھریلو مشکلات کے سبب چھ ماہ بعد یزد واپس آگئے۔ نجف اشرف سے واپس آنے کے بعد آیاللہ مصباح یزدی رحم اللہ علیہ حرم اہلبیت قم مقدس تشریف لے گئے اور حوزہ علمیہ میں داخل ہوئے۔ مکاسب، کفایہ اور شرح منظومہ کی تعلیم حاصل کر کے مرجع عالی قدر حضرت آیاللہ العظمی بروجردی اور حضرت امام خمینیؒ کے درس خارج فقہ میں شریک ہوئے۔ انہیں ایام میں آپکی مفسر قرآن علامہ طباطبائی سے آشنائی ہوئی اور انکے درس اخلاق میں شرکت کرنے لگے۔ آی اللہ مصباح یزدی دام ظلہ نے 15 برس عابد و عالم و عارف حضرت آیت اللہ العظمی محمد تقی بہجت کے درس خارج میں شرکت کی۔ انکے علاوہ آقائے محمد علی نحوی، آقائے عبدالحسین عجمین، آقائے شیخ مرتضی حائری، استاد شیخ عبدالجواد جبل عاملی اور آیت اللہ العظمی اراکی سے کسب فیض کیا۔

استاد مصباح یزدی رحمہ اللہ علیہ کے دوران تعلیم کے ساتھیوں اور مباحثین میں حج اسلام آقائے محمد حسین بہشتی اردکانی، آقائے علی پہلوانی، آقائے میرزا نوری، آقائے علی اکبر مسعودی خمینی تھے۔

تدریس: آیت اللہ استاد مصباح یزدیؒ نے مدرسہ علمیہ حقانی میں تفسیر اور اخلاقی وتربیتی مباحث سے تدریس کا آغاز کیا۔ اسی مدرسہ حقانی میں آپ نے شہید آیاللہ باقر الصدر کی کتاب فلسفنا اور اقتصادنا تدریس فرمائی۔ بعد میں اسفار وشفا جیسی عظیم اور گرانقدر کتابیں تدریس فرمائی

آیت اللہ مصباح یزدیؒ کا شمار حوزہ علمیہ قم مقدس کے نامور اساتذہ میں ہوتا تھا۔ آپکے دروس خصوصا درس اخلاق میں طلاب واہل علم کی کثرت آپ کی مقبولیت کی دلیل تھی۔

آیت اللہ مصباح یزدیؒ اسلامی انقلاب سے پہلے تحریک انقلاب کے ایک سرگرم رکن تھے، اور اس سلسلہ میں آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ رہبر کبیر انقلاب حضرت آیت اللہ العظمی آقائے سید روح اللہ موسوی امام خمینی کے مخلص و وفادار رہے اور حضرت امام خمینیؒ کی رحلت کے بعد رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای دام ظلہ الوارف کے مخلص و وفادار حامی رہے۔ حضرت امام خمینیؒ کے بعد حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای دام ظلہ الوارف کی قیادت کو اللہ کی عظیم نعمت سمجھتے ہوئے فرمایا: آیاللہ خامنہ ای دام ظلہ سے کسی رہبر کا قیاس ممکن نہیں ہے۔ خداوند عالم کا شکر کہ اس نے حضرت امام خمینی قدس سرہ کے بعد آیت اللہ خامنہ ای دام ظلہ جیسا رہبر نصیب فرمایا جو سرزمین ایران کیلئے باعث افتخار ہیں۔

چونکہ آیت اللہ مصباح یزیؒ اسلامی انقلاب اور رہبر انقلاب کے مخلص و حامی اور ولایت مطلقہ فقیہ کے قائل اور پاسبان ہیں اس لئے ہمیشہ انقلاب دشمنوں کے نشانے پر رہے ہیں۔ آیت اللہ مصباح یزدیؒ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران میں مختلف اہم اور حساس عہدوں پر فائز ہوئے اور کما حقہ ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ مختلف دینی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے باوجود تدریس وتحریر کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ آپ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ اسی طرح مختلف موضوعات جیسے تفسیر، فلسفہ اور عقائد پر کتابیں تالیف فرمائیں۔ آپ کی کتابیں حوزات علمیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہیں۔

وفات: افسوس کہ علم وعمل اور اخلاص کا یہ خورشید تاباں یکم رجنوی 2021 کو تہران میں غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی خبر وفات سے دینی اور علمی فضا سوگوار ہو گئی۔ رہبر انقلاب آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای دام ظلہ الوارف نے اپنے تعزیتی پیغام میں آپ کو فقیہ، حکیم مجاہد، عظیم متفکر، لائق مدیر، حق کے اظہار میں صدائے گویا اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے والے جیسے عظیم صفات سے یاد کیا اور دینی نظریات کی پرورش، ممتاز شاگردوں کی تربیت جیسے مختلف شعبوں میں آپکی خدمات کو بے نظیر قرار دیتے ہوئے آپکی وفات کو حوزہ علمیہ اور حوزہ معارف اسلامی کیلئے ایک بڑا ضائعہ قرار دیا۔ مومنین سے سورہ فاتحہ کی التماس ہے۔

شہید زندہ ہے اور قاتل گمنام

خداوند عالم نے جس طرح ہر انسان سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لے اور کائنات کی کسی مخلوق پر ذرہ برابر ظلم نہ کر یاسی طرح اس کا مطالبہ یہ بھی ہیکہ کوئی انسان کسی بھی مخلوق کا ناحق ظلم برداشت نہ کرے۔ اگر وقتی طور پر حق کی حمایت میں حالات کے پیش نظر ظلم برداشت بھی کرنا پڑے تب بھی اسکے خلاف کسی نہ کسی صورت میں صدائے احتجاج ضرور بلند کرے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب اللہ والوں پر کوئی ظلم ہوا تو خاموشی اور بے بسی سے ظلم برداشت کرنے کے بجائے ڈٹ کر دفاع کیا اور کبھی اگر حالات کی مجبوری کی بنا پر ظلم وستم کا نشانہ بننا بھی پڑا تب بھی کسی نہ کسی صورت میں اس کیخلاف صدائے احتجاج ضرور بلند کرتے رہے۔ کائنات کیآغاز میں اگر ہابیل قابیل کے ظلم وستم کا نشانہ بنے تو جناب آدم نے گریہ کی صورت میں احتجاج کیا۔ جناب نوح پر ان کی قوم نے ظلم وستم کیا تو دعا کی صورت میں ہی صحیح احتجاج کر کے عذاب الٰہی میں مبتلا کرادیا۔ جناب ابراہیم بتوں کو توڑنے سے لے کر دیگر اقدامات کے ذریعہ ہمیشہ نمرود کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے رہے، فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا تو جناب موسی نے اپنے بھائی ہارون کیساتھ مل کر اس کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی اور پھر آخر کار فرعون خود اپنے مظالم سمیت دریائے نیل میں ڈوب گیا۔ جناب یحیٰ ظلم وستم کا نشانہ بن کر شہید ہوئے تو زمین شہادت نے خون تازہ اگل کر احتجاج کیا۔ کفار قریش نے بت پرستی، بددیانتی، قتل وخون ریزی کے ذریعہ جب خود اپنے اوپر ظلم کیا تو رسول اعظمؐ رحمت مجسم نے ان کے ظلم کے خاتمہ کے لئے کلمہ توحید بلند کیا پھر کلمہ توحید بلند کرنے کے نتیجہ میں جب ظلم وستم اس حد تک بڑھ گیا کہ جان کے لالے پڑ گئے اور اپنا عزیز وطن چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنا پڑی

اقلیتوں کے تحفظ کیلئے مخصوص قانون کی ضرورت

ایڈووکیٹ ابوبکر سباق سبحانی

حالیہ دنوں میں مسلم اقلیت کے خلاف علی الاعلان نسل کشی کی نفرت انگیز تقریریں، مسلم و عیسائی مذہبی عبادت گاہوں پر حملے اور پولیس و انتظامیہ کے ساتھ ہی عدلیہ کی خاموشی نے ایک بار پھر اس بحث کو ازسرنو جلا بخشی کی کیا ہندوستان میں اقلیتوں خصوصا مسلم سماج کے خلاف ظلم و زیادتی نیز استحصال کے بڑھتے ہوئے واقعات پر قدغن لگانے کے لیے کسی مخصوص قانون کی ضرورت ہے؟ اس سے قبل اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق فرقہ وارانہ پالیسیاں اور تنگ سیاسی ایجنڈوں کی وجہ سے پہلے سے ہی غیر مساوی سماج کیکمزور طبقات مزید درکنار کئے جارہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستانی سماج صدیوں سے فرقہ واریت کا شکار رہا، چاہے وہ فرقہ واریت ذات پات کی بنیاد پر رہا ہو یا مذہب اور رنگ و نسل کی بنیاد رہی ہو۔ آزادی کے بعد ایک عوامی و جمہوری دستور اور دستوری حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس دستور کا بنیادی مقصد بھی یہی رہا کہ صدیوں سے جس طرح پورا سماج مختلف غیر مساوی درجات میں منقسم ہے اس کو ایک مساوی سماجی دھارے سے جوڑا جائے جہاں ہر ایک کو مساوی مواقع حاصل ہوں، ایک ایسا سماج تشکیل دیا جائے جہاں حکومتی پالیسیاں سماج کے پسماندہ طبقات کی فلاح و بہبود نیز ان کی آزادی و تحفظ کو پیش نظر رکھ کر بنائی جائیں تاہم حکومتیں اور ان کی پالیسیاں روز اول سے ہی ناکام رہیں جس کی وجہ شاید سماج کی صدیوں پرانی وہ ذہنیت تھی جو نئے دستور کے ساتھ بدل نہیں سکی تھیں۔

ہندوستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں اتنے مختلف مذاہب، زبان، تہذیب، نسل اور ذات پات کے نظام پائے جاتے ہیں، ہر مذہب میں مختلف و متنوع رسم و رواج اور خیالات موجود ہیں۔ ہندو اکثریتی ملک میں ایک طویل مدت تک مسلم حکومت کی وجہ سے مسلم اقلیت میں ہونے کے باوجود شدت پسند ہندو تنظیموں اور جماعتوں نے مسلم اقلیت کو اکثریت کے سامنے ایک دشمن کی حیثیت سے پیش کیا، چنانچہ مسلم اقلیت کو ایک سیاسی حریف یا دشمن کے طور پر پیش کر کے سیاست کا ایک حربہ بنایا گیا، منظم انداز سے اس قوم کو تعصب و تشدد کا شکار بھی بنایا گیا۔ دلتوں کی سماجی پسماندگی کو دیکھتے ہوئے اور بی آر امبیڈکر کی ایک منظم کوشش کے تحت دلتوں کو تو دستور نے خصوصی مراعات فراہم کردیں تاہم مسلم و عیسائی اقلیت کی ناکام قیادت کی وجہ سے 1950 میں ہی یہ اقلیتیں حکومت کے تعصب کا شکار ہوگئیں جب ریزرویشن پر صدارتی آرڈر کے ذریعے مسلم و عیسائی دلتوں کو اس سے باہر کردیا گیا، یعنی ایک دلت جو صدیوں سے استحصال کا شکار رہا جب تک ہندو مذہب کا ماننے والا ہوگا اس کو ریزرویشن کی مراعات ملیں گی تاہم اگر وہی شخص جس کو پسماندگی کی وجہ سے مراعات ملی تھیں وہ عیسائی یا مسلمان ہوجاتا ہے تو اس کو حاصل تمام تر مراعات مذہب کی بنیاد پر چھین لی جاتی ہیں، یعنی اس کے ساتھ مذہب کے نام پر تعصب یا تفریق کا رویہ اختیار کیا گیا۔

فرقہ وارانہ تشدد اور فسادات کے واقعات ہندوستان کے لیے ہرگز نئے نہیں ہے تاہم گزشتہ برسوں میں خصوصا موجودہ دور حکومت میں جس طرح کا خوف و دہشت کا ماحول ہم دیکھ رہے ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ مسلم قوم کے خلاف فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات 1947 میں ملک کی تقسیم کے موقع پر ہوئے جو 1980 اور 1990 کی دہائیوں میں مزید بڑھے جس کی ایک اہم وجہ بابری مسجد اور رام مندر کا تنازع تھا، تشدد پسند ہندو تنظیموں کا مقصد اگر سیاسی طاقت حاصل کرنا تھا تو برسراقتدار سیاسی جماعت کے نرم رویہ اختیار کرنے کے پیچھے اکثریتی طبقات کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش تھی، یہی وجہ ہے کہ کمیونل وائلنس بل پارلیمنٹ میں اکثریت کے باوجود پاس نہیں ہوسکا جب کہ کانگریس کے انتخابی منشور میں وعدہ کیا گیا تھا۔ دوسری طرف اقلیتی قوم عیسائی بھی فرقہ وارانہ تشدد کا شکار ہوتے رہے، ان کے اوپر الزام لگا کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے ذریعے صدیوں سے ظلم و زیادتی کے شکار پسماندہ دلتوں و قبائلیوں کے مذہب کو تبدیل کرانے کی کوشش کررہے ہیں، عیسائی پادریوں پر حملے ہوں یا چرچ اور اس کی مذہبی سرگرمیوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے واقعات نہ تو نئے ہیں اور نہ ہی اس میں کوئی کمی ہے بلکہ تبدیلئ مذہب کی روک تھام کے نام پر قوانین بنا کر مذہب کی تبلیغ و تشریح کی دستوری آزادی پر نہ صرف پابندی عائد کرنے کی کوشش جاری ہے بلکہ عیسائیوں اور ان کے مذہبی مقامات و سرگرمیوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے واقعات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اقلیتی طبقات کے استحصال کی تاریخ ایک طویل عرصے پر محیط ہے، یہ استحصال صرف اکثریتی طبقے سے تعلق رکھنے والے شدت پسند سیاسی جماعتوں یا اداروں کے ذریعے ہی نہیں بلکہ حکومت و حکومتی اداروں میں بیٹھے ہوئے اقلیتی طبقات سے نفرت کرنے والے عناصر کے ذریعے زیادہ منظم انداز میں کیا گیا ہے، جنھوں نے نہ صرف استحصال کیا ہے بلکہ استحصال کرنے والی جماعتوں اور افراد کی سرپرستی و پشت پناہی بھی کی ہے جس کا اعتراف نہ صرف یکے بعد دیگرے بے شمار کمیشن کی رپورٹوں میں کیا گیا ہے بلکہ مختلف صوبوں کے ہائی کورٹ کے ساتھ ساتھ سپریم کورٹ نے بھی اپنے فیصلوں میں کیا ہے۔ ملک میں اقلیتوں کے استحصال کے اکثر و بیشتر واقعات کے پس منظر میں سیاسی فوائد یا سیاسی حربے روپوش ہوتے ہیں، ہمارے آزاد ملک میں عام انتخابات پہلی بار 1951 میں ہوئے اور ان انتخابات سے پہلے ریپریزینٹیشن آف پیوپلس ایکٹ (1951) کا قانون بنا جس کی دفعہ 123 اور اس کی ذیلی شقات میں صاف طور پر یہ درج کیا گیا کہ کسی بھی امیدوار یا اس سے منسلک کسی بھی شخص کے ذریعے مذہب، نسل، ذات، قوم یا زبان یا اس سے متعلق کسی بھی نشان، قومی جھنڈے یا کسی بھی طرح کی نفرت آمیز خیالات و جذبات کو بھڑکا کر مختلف طبقات کے درمیان مذہب، نسل، ذات، قوم یا زبان وغیرہ کی بنیاد پر ووٹ لینے کی کوشش کو کرپٹ پریکٹس تسلیم کیا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ آج کا پورا سیاسی نظام اور اسکی سرگرمیاں نیز کسی بھی قسم کی میڈیا اور اس کا طریقہ کار ہمارے سامنے ہےجس کو نہ تو سماجی بھائی چارے کی فکر ہے اور نہ ہی قانون و عدلیہ کا خوف۔ دستور میں اقلیتی طبقات کے مذہبی حقوق سے متعلق اہم آرٹیکل 14,15,16,21,25,26,27,28,29,30 کے علاوہ انڈین پینل کوڈ کی دفعات 153A، 295A اور 296 کے علاوہ کرمنل پروسیجر کوڈ میں بھی اہم دفعات موجود ہیں جن کے تحت اقلیت کے مذہبی حقوق کا تحفظ نیز کسی بھی قسم کے استحصال کی صورت کا بخوبی سامنا کرسکیں، موب لنچنگ اور تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات کو لے کر سپریم کورٹ نے تحسین پونہ والا کے اہم فیصلہ میں صوبائی حکومتوں کے لیے اہم رہنما اصول پیش کئے تھے جن میں ایک مخصوص قانون بنانے کی بھی تجویز پیش کی تھی کہ فرقہ وارانہ تشدد یا اقلیتی طبقات کے استحصال اور ان کے ساتھ ہر طرح کے تشدد و تعصب کا سامنا کرنے کے لیے ایک منظم مخصوص قانون کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جن مسائل کا ہم تذکرہ کررہے ہیں یہ ایک سماجی مسئلہ اور قانونا جرم کی حیثیت رکھتے ہیں، جب کہ کسی بھی جرم یا کرائم کی صورت میں ہمارے دستور و قوانین نے کرمنل جسٹس سسٹم بنایا ہے۔ بیشار سرکاری تحقیقات اور رپورٹ سے ثابت ہیکہ پولیس کے ذریعے اقلیتی طبقے کی طرف سے ایف آئی آر درج کرنے میں مجرمانہ حد تک ٹال مٹول کرتے ہیں۔

اردو صحافت اور خواتین

ڈاکٹر مرضیہ عارف

خواتین کو آدھی دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اِس آدھی دنیا کی اردو صحافت میں نمائندگی شروع سے محدود رہی ہے، حالانکہ جنگِ آزادی میں خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ حصّہ لیا لیکن صحافت میں وہ خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ۲۰ ویں صدی کی تیسری و چوتھی دہائی تک اُردو میں کئی رسالے ایسے مل جاتے ہیں، جن میں خواتین نے اپنے نام سے یا قلمی نام سے عصری موضوعات خاص طور پر عورتوں کے سماجی مسائل، اُن کے حقوق اور تعلیم پر لکھا ہے، جس کا مقصد عورتوں کی آزادی تو نہیں، اُن میں سیاسی و سماجی اور معاشی شعور پیدا کرنا تھا۔ علی گڑھ میں خواتین کی تعلیم کے محرک شیخ عبداللہ نے 'نسواں کالج' قائم کیا تو خواتین کو اِس سے بہت حوصلہ ملا، وہ افسانے اور ناول نگاری کے میدان میں قدم بڑھانے لگیں، پھر بھی اُردو صحافت میں اُن کا سرگرم داخلہ ۸۰ کی دہائی میں نظر آیا، جب وہ روزناموں میں بھی کام کرتی نظر آئیں۔

جہاں تک خواتین کے اخبار و رسائل کی اشاعت کا سوال ہے تو سب سے پہلے مولوی سیّد احمد دہلوی نے ۱۸۸۴ء میں 'اخبار النساء' کے نام سے پہلا باقاعدہ خواتین کا رسالہ دہلی سے نکالا، جو مہینہ میں تین مرتبہ شائع ہوتا تھا، اِس کے بعد سیّد ممتاز علی نے ہفت روزہ 'تہذیب نسواں' لاہور سے جاری کیا۔ یہ ۱۹۴۹ء تک نکلتا رہا، اِس کا مقصد خواتین کو اُمورِ خانہ داری سے آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ اُن میں ادبی ذوق پیدا کرنا تھا، اپنی اشاعت کے پچاس سال کے دوران اِس کے لکھنے والوں میں مولانا عبدالمجید سالک، امتیاز علی تاج، احمد ندیم قاسمی جیسے مرد اہلِ قلم اور نذر سجاد حیدر، محمدی بیگم، حجاب امتیاز علی، زبیدہ زرّیں، سلطانہ آصف فیضی، صغریٰ ہمایوں جیسی ممتاز خواتین قلم کار شامل تھیں۔

۲۰ ویں صدی کے شروع میں شیخ عبداللہ کا 'خاتون'، بیگم خاموش کا 'پردہ نشین'، راشد الخیری کا 'عصمت'، منشی محبوب عالم کا 'شریف بی بی' منظرِ عام پر آئے لیکن جس کو خاتون ایڈیٹر کا رسالہ ہم قرار دے سکتے ہیں وہ صغریٰ بیگم کا 'النساء' ۱۹۱۹ء میں حیدرآباد سے نکلا، بعد میں خواجہ حسن نظامی نے خواجہ بانو کی اِدارت میں ۱۹۲۶ء میں ضخیم رسالہ 'تبلیغِ نسواں' شروع کیا، جس میں تعلیم کے فروغ، معاشرہ کی اصلاح اور تاریخ و مذہب کی معلومات پر مضامین شائع ہوتے تھے، سعادت سلطانہ کا 'نور جہاں' امرتسر سے، مریم بیگم کا 'خادمہ' حیدرآباد سے، پٹنہ سے صالحہ خاتون کا 'عفت'، عطیہ بیگم کا باتصویر رسالہ 'معینِ نسواں'، علی گڑھ سے رضیہ ہاجرہ کا 'ثریا'، آگرہ سے منظرِ عام پر آئے۔ حیدرآباد جو شروع سے اُردو صحافت کا مرکز رہا ہے، یہاں خواتین کے رسائل کا سراغ ۱۹ ویں صدی کے آخر سے ملتا ہے، پہلا رسالہ 'معلم نسواں' ۱۸۹۲ء میں محبّ حسین نے نکالا، جو کئی حیثیتوں سے حیدرآباد کی اُردو صحافت میں نمایاں نام ہے۔ وہ کافی روشن خیال اور حقوقِ نسواں کے حامی تھے، اِسی لیے 'معلم نسواں' کے ذریعہ نو برس تک عورتوں کے حقوق کے لیے جدوجہ کرتے رہے، حیدرآباد کے رسائل 'خادمہ' اور 'النساء' کا ذکر گزر چکا ہے، ساتھ ہی 'ہم جولی'، 'مومنہ'، اور 'سفینۂ نسواں' کے ذریعہ بھی صادقہ قریشی اور اختر قریشی نے خواتین کی صحافت کو آگے بڑھانے میں حصّہ لیا، ۱۹۲۹ء میں عصمت آرا حجاب نے میرٹھ سے 'خاتونِ مشرق' نکال کر مشرقی و اسلامی روایات کی ترویج کا کام انجام دیا۔ حمیدالنساء کا 'خیابانِ دکن' بھی حیدرآباد کا قابلِ ذکر رسالہ تھا، جس نے طالبات کی ذہنی تربیت میں حصّہ لیا، خواتین کے مذکورہ رسائل کی عمر زیادہ نہیں ہوئی، اِن کے ناموں کا ایک قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ رسالوں کے نام لینے سے ہی اُن کے رجحان و ترجیحات کا اندازہ ہو جاتا ہے، دوسرا پہلو جس کی نشاندہی سرگرم خاتون صحافی نور جہاں ثروت نے کی، یہ ہے کہ اُس زمانہ کے بیشتر خواتین کے رسائل میں نام ضرور کسی خاتون کا درج ہوتا لیکن بیشتر کے مرتب کرنے والے مرد ہوتے، جو اپنی بیوی یا دیگر کسی عزیزہ کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے استعمال کرتے لیکن اُن کا صحافت تو دور ادب سے بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ مثال کے طور پر سابق ریاست بھوپال سے خواتین کا پہلا رسالہ 'الحجاب' ۱۹۰۹ء میں سیّد محمد یوسف قیصر نے جاری کیا، اِس کے بعد 'اُمہات' قمرالنساء بیگم کی اِدارت میں شائع ہوا، اِس سے تحریک پا کر اُسی سال 'بانو' منظرِ عام پر آیا، تیسرا ماہنامہ 'آفتابِ نسواں' ۱۹۳۹ء میں نکلا۔ بظاہر سرور جہاں اور انور جہاں اِس کی ایڈیٹر تھیں۔ ایک اور پندرہ روزہ 'افشاں' آزادی کے فوراً بعد ۱۹۴۷ء میں جاری ہوا اور ایڈیٹر کی حیثیت سے الطاف قمر (بیگم حکیم سیّد قمرالحسن) اور پروین رشدی (اہلیہ اے. آر. رُشدی) کے نام درج تھے لیکن حقیقت میں اشتیاق عارف اِسے مرتب کرتے تھے، بھوپال کے اوّل الذکر رسالوں کے بارے میں بھی گمان یہی ہے کہ نام ضرور خواتین کے سامنے آئے لیکن مرد صحافی ہی اِسے مرتب کرتے تھے، تحقیق سے یہی مثالیں دوسرے شہروں میں بھی سامنے آئیں گی کیونکہ آثار و قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اُس زمانہ میں نام خواتین کا اور لکھنا مردوں کی ذمہ داری ہوا کرتا تھا۔

آزادی سے پہلے کی طرح بعد کے دور کا جائزہ لیا جائے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کی جدوجہد اور عورتوں کی بیداری کی تحریکات کے باعث ہندوستانی خواتین میں قلم کے استعمال کا شوق و جذبہ ضرور پروان چڑھا، لیکن آج کے معنوں میں جنھیں صحافی کہا جاتا ہے، اُن کی تعداد انگلیوں پر گنے جانے کے قابل تھی۔ انگریزی صحافت میں خواتین کی نمائندگی ۱۹۶۰ء سے بڑھ گئی، انیس جنگ، نکہت کاظمی، حمیرہ قریشی، سعدیہ دہلوی وغیرہ جبکہ سیما مصطفیٰ ہمہ وقت صحافی ہیں، اُردو میں پہلی کُل وقتی صحافی کا اعزاز بھوپال کی خالدہ بلگرامی کو حاصل ہوا، جنھوں نے ۱۹۷۸ء میں روزنامہ 'آفتابِ جدید' جوائن کیا اور بائیس سال تک اُردو کی یومیہ صحافت میں مصروفِ عمل رہیں۔ نور جہاں ثروت نے اِن کے بعد روزنامہ اخبارات کی صحافت میں قدم رکھا۔ 'قومی آواز' اور 'انقلاب' میں کام کر کے نیز کالم نگاری کی خدمات انجام دے کر اپنی ملک گیر شناخت قائم کی۔ خواتین کی نمائندگی کا ایک قابلِ ذکر رسالہ 'روشنی' تھا جو ہاجرہ بیگم دہلی سے نکالتی تھیں، اِس کے سرِ ورق پر انجمن خواتینِ ہند کا ماہنامہ رسالہ درج ہوتا تھا اور خواتین پر ہی مضامین شائع ہوتے تھے۔ یہاں خواتین کے دو اہم رسائل کا ذکر ضروری ہے، جو آزادی سے پہلے جاری ہوئے لیکن برسوں پابندی کے ساتھ نکلتے رہے۔ جدید طرز کا رسالہ 'بانو' جس کو سعدیہ دہلوی مرتب کرتی تھیں، بہت مقبول ہوا لیکن بند ہو گیا، 'خاتونِ مشرق' جو پُرانے ڈھنگ کا رسالہ ہے اور آج بھی شائع ہو رہا ہے۔ خواتین کا ایک اور اہم رسالہ 'حریم' ہے، جو ۱۹۳۰ء سے شائع ہو رہا ہے۔ ماہنامہ 'حجاب' رامپور بھی ۱۹۶۸ء سے شائع ہو رہا ہے اور اُمّ صہیب اِس کی ایڈیٹر ہیں۔ اِن کے علاوہ بھی کئی رسائل ہیں، جو خواتین نکال رہی ہیں۔ بھوپال کی سلطانہ حجاب نے برسوں روزنامہ 'ندیم' میں کام کیا اور اس کے لیے خواتین کا صفحہ بھی مرتب کیا۔ اُردو صحافت میں اپنی پہچان بنانے والی ممبئی کی شیریں دلوی ہیں، جو 'اودھ نامہ' کی ایڈیٹر تھیں، دوسری کشمیر نژاد صحافی عالیہ ناز جے این یو کی تعلیم یافتہ ہیں اور بی بی سی کا اُردو پروگرام پیش کرتی ہیں، وسیم راشد نے روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' سے اُردو صحافت میں قدم رکھا لیکن آج اُردو ہفت روزہ 'چوتھی دنیا' کی مدیرہ ہیں۔

اردو ادب

اردو ادب میں سوانح عمری لکھنے کی روایت پرانی ہے۔ اِسے لکھنا قدرے آسان بھی ہے، اوّل مواد بآسانی دستیاب ہوجاتا ہے، متعلقہ شخصیت کے عزیز واحباب سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوجاتی ہے، اگر شخصیت معروف ہے تو اخبارات وجرائد سے مدد مل سکتی ہے۔ دوم اُس کی کتابیں، تحریریں، انٹرویو تقاریر محفوظ ہوں تو اُن سے بھی مدد لی جاسکتی ہے اور اگر شخصیت زندہ ہے تو کیا کہنے، وہ جو کچھ اپنے بارے میں بتائے سند ہے میرا فرمایا ہوا' کے مصداق اُسے بلا تامل سوانح کا حصہ بنایا جاسکتا ہے، حالی کی یادگار غالبؔ، حیاتِ جاوید، شبلی نعمانی کی سیرۃ النبیؐ، الفاروق، المامون، النعمان، الغزالی سوانح مولانا روم، مولانا سید سلیمان ندوی کی حیات شبلی، سیرتِ عائشہ سوانحی حالات وکوائف سے بھری ہوئی مکمل سیرتیں ہیں۔

۲۰ ویں صدی کے آخر میں لکھی گئی سوانح عمریوں میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے 'پرانے چراغ' میں اپنے عہد کی قابل قدر شخصیات مولانا سید سلیمان ندوی، جگر مرادآباد، صدیق حسن (آئی اے ایس) کے حالاتِ زندگی بڑے مؤثر انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ 'گنجہائے گرامہ' اور 'ہم نفسانِ رفتہ' میں مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولانا حسرت موہانی، مولانا سید سلمان ندوی وغیرہ کی سوانح۔ رشید احمد صدیقی کے باغ و بہار قلم سے پڑھنے کو مل جاتی ہے۔ اِس کے برعکس خودنوشت سوانح (آپ بیتی) لکھنا بظاہر تو آسان ہے لیکن حقیقت میں سوانح نگاری سے زیادہ دشوار اور نازک فن ہے۔ کیونکہ اس میں 'مصور اپنی تصویر خود بناتا ہے' عاجزی وانکساری کا کتنا ہی مظاہرہ ہو لیکن جیسا کہ انسانی فطرت ہے کہ ہر لکھنے والے کا ہیرو وہ خود ہوتا ہے۔ لہٰذا تحریر میں اس کی شخصیت کا مثبت پہلو حاوی ہوجاتا ہے۔ اسی لئے ناقدوں کی رائے ہے کہ خودنوشت سوانح حیات انسانی زندگی کی وہ روداد ہے، جسے وہ خود رقم کرتا ہے اور اس میں سوانح حیات کی کسی دوسری شکل سے زیادہ سچائی ہونا چاہئے، اگر کور کسر رہ جائے یا مبالغہ در آئے تو وہ اچھی خودنوشت قرار نہیں پاتی۔ جیسا کہ سر رضا علی اپنی سوانح 'اعمال نامہ' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں، 'میرے نزدیک اپنے لکھے ہوئے سوانح حیات کی سب سے بڑی صفت یہ ہونی چاہئے کہ ایک مرتبہ کراماً کاتبین بھی سامنے آکر بہ آواز بلند پڑھ لیں تو لکھنے والے کو آنکھ نیچی نہ کرنی پڑے۔'

خودنوشت سوانح کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ صرف ناموں کی کھتونی نہ ہو، اس میں تاریخ، سماج اور ادب کی آمیزش بھی نظر آئے، حقیقت دلکش پیرایہ میں بیان ہو، فن اظہار ذات کا دوسرا نام ہے، خودنوشت کا تعلق انسان کے گہرے داخلی جذبات سے ہے۔ لہٰذا اِسے فن کی اعلیٰ قدروں کا حامل ہونا چاہئے، اِسی لئے خودنوشت لکھنا سوانح لکھنے سے زیادہ مشکل فن مانا جاتا ہے۔ اپنے بارے میں لکھیں اور خود اپنی تعریف کرتے رہیں تو قصیدہ خوانی ہوجائے گی۔ جس سے بچنے کے لیے بڑے ظرف کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا نہیں کہ مذکورہ شرائط پر پوری اترنے والی خودنوشتیں اردو میں نہیں لکھی گئی لیکن ایسی عالی ظرفی اور بلند کرداری بہت کم کے حصہ میں آئی ہے۔ بعض نے اپنی کمزوریوں کو بیان کیا تو ایسے کہ وہ کمزوریاں نہ ہوکر خوبیاں بن گئیں۔ ایک معیاری خودنوشت کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ صرف کسی فرد کے بارے میں بیان نہ کرے، اس کے ماحول، عہد، اس دور کے رجحانات ومیلانات اور معاشرتی، معاشی، ادبی اور تہذیبی پہلوؤں کو بھی سامنے لائے، تاکہ اس عہد کا پورا منظرنامہ سامنے آجائے، جس میں شخص مذکور نے اپنی زندگی گزاری اور اس کی شخصیت تشکیل پائی، اس کے برعکس خود پر توجہ مرکوز کرنے سے بات نہیں بنتی، خودنوشت نگاری کا یہ بڑا نازک مقام ہوتا ہے کہ کوئی فرد اپنی شخصیت کو خود سے جدا کرکے معروضیت سے کام لے اور بے لاگ پیرایہ میں اپنی زندگی کی داستان بیان کردے۔

یہی وجہ ہے کہ اردو ادب میں خودنوشت یا آپ بیتیاں کم سپردقلم کی گئیں اور جو لکھی گئیں اُن میں سے بیشتر مذکورہ شرائط پر پوری نہیں اترتیں۔ اردو سے پہلے فارسی میں آپ بیتی کی روایت موجود تھی۔ بادشاہوں کے حالات زندگی اور صوفیائے کرام کے ملفوظات میں آپ بیتی کے ابتدائی نقوش مل جاتے ہیں۔ اِن کے علاوہ شیخ حزیں، میرتقی میرؔ نے بھی فارسی میں آپ بیتی لکھی ہے لیکن اردو میں آپ بیتی کے فن کو ۱۸۵۷ء کے خونی انقلاب کے بعد فروغ ملا۔ جب اس معرکہ کے مجاہدوں اور سپاہیوں نے اپنی یادداشتیں لکھیں، اِن کے علاوہ جعفر تھانیسر کی آپ بیتی 'تواریخ عجیب' (کالا پانی)، نواب صدیق حسن خاں کی 'البقاء لمن بالقا المحن'، ظہیر دہلوی کی 'داستانِ غدر' اور عبدالغفور نساخ کی 'حیات نساخ' سپردقلم کی گئیں جن میں 'حیاتِ نساخ' کو اردو ادب کی پہلی آپ بیتی تسلیم کیا جاتا ہے۔ آزادی کے بعد حسرت موہانی کی 'قید فرنگ'، مولانا ابوالکلام آزاد کی 'تذکرہ' دیوان سنگھ مفتون کی 'ناقابل فراموش' معیاری خودنوشتوں میں شمار کرنے کے لائق ہیں۔ 'کاروانِ زندگی مولانا ابوالحسن علی ندوی کی خودنوشت کئی جلدوں پر محیط اور اپنے پورے عہد کی معلومات فراہم کرتی ہے۔ 'کاروان حیات'، قاضی اطہر مبارکپوری کی خودنوشت مختصر اور کتابی شکل میں غیر مطبوعہ ہے جو ماہنامہ 'ضیاء الاسلام' میں شائع ہوئی ہے۔ خواجہ حسن نظامی کی 'آپ بیتی'، چودھری فضل حق کی 'میرا افسانہ'، بیگم انیس قدوائی کی 'نیرنگی بخت'، مولانا حسین احمد مدنی کی 'نقشِ حیات' سر رضا علی کی 'اعمال نامہ'، کلیم الدین احمد کی 'اپنی تلاش میں' یوسف حسین خاں کی 'یادوں کی دنیا' بھی قابل ذکر خودنوشتیں ہیں۔ رشید احمد صدیقی کے باغ و بہار قلم نے 'آشفتہ بیانی میری' میں بچپن کے حالات، ابتدائی تعلیم، خاندان کی معلومات تو کم لکھیں، اپنے وطن جونپور کی تاریخ وتہذیب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کا نصف سے زیادہ حصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے زمانہ تعلیم کی سرگرمیوں پر مشتمل ہے، جس میں ڈاکٹر ذاکر حسین، اقبال سہیل، ثاقب صدیقی جیسی شخصیات سے ان کے رشتہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جوش ملیح آبادی کی خودنوشت 'یادوں کی برات' خاندانی امارت وشوکت کا جاوبیجا اظہار ہے، جس میں تضادات ومبالغے بھی جگہ جگہ راہ پاجاتے ہیں۔ سحاب قزلباش کی 'میرا کوئی ماضی نہیں'، خواجہ غلام السیدین کی خودنوشت 'مجھے کہنا ہے اپنی زباں میں' کو خود خواجہ صاحب اور ان کے انتقال کے بعد چھوٹی بہن صالحہ عابد حسین نے مکمل کیا ہے، لیکن اس میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے جبکہ احسان دانش کی 'جہان دانش' میں اپنی ذات اور اپنے طبقے یعنی غریبوں کو تو مرکز نگاہ بنایا گیا لیکن اس دور کے سماجی وتہذیبی عناصر کو نظر انداز کردیا گیا۔ اِن کے علاوہ کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر کی 'یادوں کا جشن' میں ان کے خاندانی احوال، فارغ البالی، رئیسانہ مشاغل کا تفصیلی بیان ہے۔ وزیر آغاز کی 'شام کی منڈیر سے' اُن کی نجی زندگی کے ساتھ پورے عہد کے اہم واقعات پر محیط ہے۔ رفعت سروش کی 'ممبئی کی بزم آرائیاں' میں ان کی زندگی، نوکری اور ترقی پسند تحریک کے حوالے کافی معلومات فراہم کی گئی ہے۔ اختر الایمان کی 'اس آباد خرابے میں' زندگی کے واقعات ومسائل کے بیان میں جس صداقت سے کام لیا گیا ہے وہ کم خودنوشتوں میں ملتا ہے۔ آل احمد سرور کی 'خواب باقی ہیں'، وامق جونپوری کی 'گفتنی ناگفتنی'، شکیل الرحمٰن کی 'آشرم'، پروفیسر مسعود حسین خاں کی 'ورود مسعود'، ادا جعفری کی 'جو رہی سو بے خبری رہی'۔

آستان قدس رضوی

آستان قدس رضوی کے فنی تخلیقات ادارے نے 1402 (ایرانی تاریخ) میں 'مزارات' بین الاقوامی فوٹو فیسٹیول کے دوسرے ایڈیشن کے انعقاد کا اعلان کیا۔ آستان نیوز کی رپورٹ کے مطابق، بروز دوشنبہ مشہد کی رضوان گیلری میں منعقد ہونے والی اس بین الاقوامی کانفرنس کے دوسرے دور کی پریس کانفرنس میں آستان قدس رضوی کے فنی تخلیقات ادارے کے مدیر اعلی نے کہا: اس ادارے نے اپنی سابقہ مختلف کانفرنس جیسے 'خانہ دوست' فوٹو فیسٹیول وغیرہ کے انعقاد کو مدنظر رکھتے ہوئے 1399 (ایرانی تاریخ) میں آستان قدس رضوی کے بین الاقوامی ادارے کے تعاون سے 'مزارات' بین الاقوامی فوٹو فیسٹیول کا انعقاد کیا تھا اور اس سال اس کے دوسرے دور کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ امیر مہدی حکیمی نے دنیا میں مقبروں کے اہم کردار کے حوالے سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: اسلامی مقبرے، جیسے مذہبی رہنماؤں، علما، دانشوروں اور مذہبی بزرگوں کے مقبرے، ہمیشہ اسلامی دنیا میں مختلف مقامات پر تبدیلیوں کا باعث بنے ہیں اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر ایک تہذیب اور تمدن کی پیدائش کا سبب بھی بنے ہیں نیز یہ مقبرے قوموں کے تشخص کو وسعت دینے کا سبب بھی بنے ہیں۔ اس فیسٹیول کے سکریٹری نے مزید کہا: اس کے علاوہ جو کچھ اسلامی دنیا میں تعمیری اور فنکارانہ نقوش پائے جاتے ہیں انھیں مقبروں میں تشکیل دیا گیا ہے اور اسے اسلامی دنیا کی ثقافتی یا شناختی شعبہ کا حصہ سمجھا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر، امام رضا علیہ السلام کے حرم کی مرکزیت کے ہمراہ بے نظیر تعمیری اور فنی خزانہ اس حرم میں موجود ہیں ۔ مقبرے، خالق اور مخلوق کے درمیان دعائیہ رشتہ قائم کرنے کے لیے بھی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ آستان قدس رضوی کے فنی تخلیقات ادارے کے مدیر اعلی نے ان میں سے بہت سے فنی خوبصورتی کو ریکارڈ کرنے میں فوٹو گرافی کے فن کے مشن پر تاکید کرتے ہوئے کہا: فیسٹیول کا یہ دور 'قبر، اسلامی مقبرے' اور 'آسمانی ادیان میں دعا' کے عنوانات پر منعقد کیا جائے گا۔ 'مزارات' فیسٹیول کے اس دوسرے دور کی پالیسی ساز کونسل نے امام رضا علیہ السلام اور مشہد مقدس کے درمیان گہرے تعلق اور ان گفتگو کو جو امام علیہ السلام نے دوسرے ادیان کے علما کے ساتھ کی تھی، انھیں مدنظر رکھتے ہوئے ، یہ ارادہ کیا کہ اس فیسٹیول میں ادیان کے درمیان رابطے کو وسعت دے لہٰذا اس دوسرے دور میں 'دعا' والے حصے کو 'آسمانی ادیان میں دعا' میں تبدیل کر دیا۔ حکیمی نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ ہم آستان قدس رضوی کے مجموعہ کے اندرونی اسٹاف کو مزارات فیسٹیول کے دوسرے ایڈیشن کے بارے میں آگاہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ فوٹو گرافروں کو راغب کرنے کے لیے استعمال کریں گے اور کہا: ہمیں امید ہے کہ مختلف فوٹو گرافروں کی نمایاں ترقی کا مشاہدہ کریں گے اور فیسٹیول کے اس دور کے مختلف کام بھی پہلے دور کی طرح فیصلے کے مرحلے تک پہنچے گے اور امید کرتے ہیں کہ ہم فوٹو گرافروں کیلئے ایک نیا راستہ کھولنے اور انہیں قبروں کو مختلف انداز سے دیکھنے کا سبب بنیں گے۔ بین الاقوامی میدان میں فیسٹیول کے انعقاد کی اہمیت آستان قدس رضوی کے بین الاقوامی امور کے نائب مدیر نے اس مقدس بارگاہ میں مختلف قومی، علاقائی اور بین الاقوامی فیسٹیول کے انعقاد پر تاکید کرتے ہوئے کہا: مقبروں کی تصویروں کا بین الاقوامی فیسٹیول خواہشمندوں کے لیے ایک نئی راہ اور ایک نیا باب کھول سکتا ہے اور تہذیبی نگاہوں کے لیے چراغ راہ بن سکتا ہے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین، فقیہ اسفندیری نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ دنیا، انسان اور ہر وہ چیز جو انسان سے تعلق رکھتی ہے، فن اور اس کے درجات کا ایک خوبصورت نمونہ ہے، فرمایا: انسان کی پوری حقیقت اسکا ادراک ہے اور اس ادراک کا عروج عقلی اور فکری ادراک ہے۔ انہوں نے کہا: اس کے علاوہ ہم فن کو مقدس نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ دنیا اپنی تمام موجودات کے ہمراہ، اللہ تعالیٰ کا ہی ایک فعل اور اس کی فنکاری کا نمونہ ہے۔ آستان قدس رضوی کے بین الاقوامی امور کے نائب صدر نے پہلے قدم کی اہمیت کہ آگے آنے والے قدم جس پر منحصر ہیں، کا ذکر کرتے ہوئے کہا: پہلا مزارات فوٹو فیسٹیول کامیاب رہا لیکن ہمیں صرف اس حد تک مطمئن نہیں ہونا چاہیے بلکہ بین الاقوامی میدان میں ہمارا نظریہ بھی ایک تہذیبی نظریہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا: بلاشبہ اس فیسٹیول کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر عالمی ہے کیونکہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی کے مظاہر کے مطابق ایک بین الاقوامی شخصیت تھے۔ اس لیے ہم امام رضا علیہ السلام کے حرم کے ذیل میں دیگر مقبروں پر جاتے ہیں اور مقبروں کے میدان میں فقط اسلامی مقبروں پر قناعت نہیں کرتے۔ اسفندیاری نے فیسٹیول کے پہلے دور کی منتخب تصاویر کا ذکر کرتے ہوئے اور مقبروں کے موضوع کے ساتھ دعا کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا: مقبروں کی تصویروں کو باطنی اور روحانی امور کیساتھ جو ایک مبارک دریچہ ہے، اسلامی انقلاب کے دوسرے مرحلے میں تہذیبی نظریات کے ادراک کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس دریچے کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو الٰہی حقیقت کی طرف متوجہ کر دیں اور ہمارا یہ قدم ہمارے ملک اور بیرون ملک میں یکجہتی اور وحدت کے نظریہ میں ہمارا مددگار ثابت ہوگا۔ اس فیسٹیول کی پالیسی سازی کونسل کے رکن نے کہا: آستان قدس رضوی اپنے بین الاقوامی فرائض کے میدان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے نام کو عالمی سطح پر روشناس کرانے کی بنیاد فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بلاشبہ اس طرح کے فیسٹیول کا انعقاد اس مقصد کے حصول میں ہمارا مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، بین الاقوامی مزارات فوٹو فیسٹیول کے ایگزیکٹو سیکرٹری نے، اس فیسٹیول کے پہلے دور کے سابقے جیسے کہ اندرون و بیرون ملک سے 8127 تخلیقات کے موصول ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: اس نئے دور میں فوٹو گرافرز ہر سیکشن میں 'مقبرے، اسلامی مقبرے' اور 'آسمانی مذاہب میں دعا'، 7 تصاویر بھیج سکتے ہیں اور مجموعی طور پر دو حصوں میں فیسٹیول کے سکرٹریٹ کو 14 تصاویر بھیجنے کا امکان ہے، جن کی تعداد میں پہلے دور کے مقابلے میں اضافہ ہوا ہے۔ امین ابراہیمی نے مزید کہا: فیسٹیول کے ہر حصے میں پہلے سے تیسرے نمبر پر تین فاتح ہوں گے۔ اس کے علاوہ، فیسٹیول سکریٹری کا خصوصی ایوارڈ شرکا میں سے کسی ایک کو دیا جائیگا۔ انہوں نے photo.mazaar.net ایڈریس پر دو زبانوں یعنی فارسی اور انگریزی میں دوسرے مزارات بین الاقوامی فوٹو فیسٹیول کی ویب سائٹ کی سرگرمی کا حوالہ دیتے ہوئے مزید کہا: 16 اردیبہشت 1402 (ایرانی تاریخ) سے دلچسپی رکھنے والے فوٹو گرافرز رجسٹریشن کا عمل مکمل کر کے اپنے آثار اس فیسٹیول کی ویب سائٹ کے ذریعے بھیج سکتے ہیں سیکریٹریٹ اور ان کے پاس اپنی تخلیقات بھیجنے کے لیے ۲۲ خرداد (ایرانی تاریخ) تک کا وقت ہے۔ ترکی کے ابراہیمی راہا بیلر، محمد ستاری، سید عباس میر ہاشمی ، ابراہیم بہرامی اور مہدی مقیم نژاد کو دوسرے مزارات فیسٹیول کی جیوری کے اراکین کے طور پر نام لیتے ہوئے کہا: ہمیں امید ہے کہ 27 سے 30 خرداد (ایرانی تاریخ) کے درمیان مشہد میں فیسٹیول کے کاموں کا فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام اور ملہوفین فلسطین

تحریر: ابوثائر مجلسی

امام حسن عسکریؑ جو خاندان عصمت کے ۱۳ ویں ستارے ہیں ان کی زیارت کا ایک جملہ ہے جس میں ہم انہیں مخاطب قرار دیتے ہیں **السلام علیک یا فرج الملھوفین** سلام ہو آپ پر اے وہ مولا جو غمزدہ اور مضطر کی پریشانی دور کرنے والے ہیں ملہوفین، ملہوف کی جمع ہے جس کا اصل مصدر الھوف ہے جس کے معنی ہیں غمزدہ، مضطر، پریشان حال یا دل شکستہ کے ہیں۔

عربی لغت میں 'رجل ملہوف' کی وضاحت یوں بیان ہوئی ہے: **حزین مفجوع، مِا لِذِھاب مالِہِ و فقدانِ عزیز علیہِ وھو ینادِی ویستغیث**: ملہوف اس محزون اور دل شکستہ شخص کو کہا جاتا ہے جو یا تو مال کے چلے جانے کے غم میں یا کسی عزیز کے بچھڑ جانے کے غم میں محزون اور دل شکستہ ہو اور وہ مدد کیلئے کسی کو پکار رہا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا اور آپ کا امام پریشان اور بے کس لوگوں کیلئے امید کی کرن ہیں خصوصا آج کے فلسطین کے ملہوفین کے لیے۔

آج فلسطین خون اور آگ کے درمیان ہے اور وہاں کے ملہوفین نے صدائے استغاثہ بلند کیا ہوا ہے خبروں کے مطابق غزہ میں اس وقت تک ۷۰ فیصد لوگ بے گھر ہو چکے ہیں کئی ہزار شہادتیں، ہسپتالوں میں جگہ نہیں، فلسطین کے مسلمان اپنے عزیزوں کے لاشوں کے کنارے 'ھل من ناصر' کی صدا بلند کر رہے ہیں لیکن سوائے ایک ملک ایران کے اور چند مزاحمتی تنظیموں کے علاوہ کوئی ان کی مدد کرنے والا نہیں باقی دیگر مسلمان حکمران اور مسلمان ممالک کی افواج کی جانب سے اب تک صرف چند بیانات کے علاوہ کوئی اور عملی اقدام ان ستم دیدہ اور مظلوموں کے لیے نہیں اٹھایا گیا ہے۔ لہٰذا میری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ان مظلومین کی فریاد کو رسا بنائیں اور ان کے یار و مددگار بنیں۔

لیکن ایسے میں جہاں فلسطین کے مظلومین خاک اور خون میں نہا رہے ہیں ہمارے درمیان کچھ ایسے خشک مقدس ما آب بھی یہ فتویٰ دیتے ہوئے نظر آئیں گے کہ جناب اس دور میں تو ہماری ذمہ داری سکوت ہے ہمیں کسی کے لیے آواز بلند نہیں کرنی ہے کیونکہ فلسطین اور غزہ کے مسلمان تو سنی ہیں اور فلسطین کی مدد کے لیے تو کوئی روایت ہی نہیں آئی ہے جب تک امام زمانہ عج تشریف نہیں لاتے ہماری ذمہ داری سکوت ہے۔ اور اس غلط تفکر کی بنیاد پر یہ افراد ذمہ داریوں سے منہ چراتے ہیں اور عوام کو گمراہ بھی کرتے ہیں۔ آج امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر تبرک کے عنوان سے چند روایت کی طرف توجہ کرتے ہیں تاکہ ہم اپنی شرعی ذمہ داری کو معین کر سکیں اور مصلحت پسندی کے کھول سے باہر آئیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے شہادت سے چند دن قبل اپنے چند اصحاب کے درمیان ذمہ داریوں کو یوں بیان فرمایا: **'صلوا فِی عشائِرِھم و اشھدوا جنائِزھم و عودوا مرضاھم و دوا حقوقھم'** (عیان الشیع، ج2، ص41)

۔ تم ان قبائل کے درمیان نماز پڑھو۔

ان کے جنازوں کی تشییع میں شرکت کرو۔

۔ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔

۔ ان کے حقوق ادا کرو

امام کے اس وصیت نامہ کو پڑھ کر بخوبی واضح ہوسکتا ہے آج فلسطین کے مظلوم ملہوفین کا حق ہماری گردن پر کتنا ہے امام فرما رہے ہیں ان کے حقوق ادا کرو اب سوال یہ ہے کہ بحیثیت مسلمان اور شیعہ کیا فلسطین کے مظلومین کی نسبت ہماری ذمہ داری خاموشی اور سکوت ہے؟ انکی اس پریشانی کے عالم میں ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہماری گردن پر کوئی حق نہیں ہے کیا؟ ایک مسلمان بھائی کے حقوق کے بارے میں امام حسن عسکری ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

عرف النّاسِ بحقوقِ خوانِہِ وشدھم قضا لھا عظمھم عِند اللہ شنا

(بحارالانوار: ج ۳۱، ص ۵۵، ح ۵)

لوگوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شان و منزلت رکھنے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اپنے بھائی کے حقوق کو جانتا ہو اور اس کے حقوق کو ادا کرنے میں سب سے پہل کرتا ہو۔

تو سوال یہ ہے کہ اگر میرا ایک مسلمان بھائی صیہونیوں کے حملوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو اس کا گھر تباہ ہو رہا ہو اس کے بچے خاک اور خون میں غلطاں ہوں تو میں کیا صرف تماشائی بنا رہوں؟ ان کا میری گردن پر کوئی حق نہیں؟ کیا اگر میں اس کی نصرت کے لیے جا نہیں سکتا تو اس کے لیے آواز بھی بلند نہیں کر سکتا؟ کیا امام زمانہ عج کے ظہور کے بعد ان مظلوموں کا حق ادا کروں گا؟ اس سے قبل میرے گردن پر کوئی حق نہیں کسی کا؟ درحقیقت اس طرح کے تفکر رکھنے والے افراد ذمہ داریوں سے منہ چرانے کی خاطر دین کو اس طرح سے پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے لیے آسانی ہو اور ان کو کوئی زحمت نہ اٹھانی پڑے اور دین کے اجتماعی تصور کو بھلا کر صرف دین کا انفرادی پہلو وہ بھی ناقص انداز میں لوگوں میں پیش کیا جائے تاکہ عوام میں مقبولیت بھی باقی رہے اور کسی مشکل کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے۔

عزیزان محترم اہلبیت علیہم السلام نے قدم قدم پر ہماری انفرادی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف بھی ہماری ہدایت فرمائی ہے لہٰذا یہ درست نہیں کہ میں اہلبیتؑ سے صرف وہ چیزلوں جو میرے لیے آسان ہو آج جس امام کی ولادت ہے دیکھیں کہ ان کی زیارت کے آخر میں ہم اپنے پروردگار سے کیا دعا کر رہے ہیں اور اس دعا کے ذریعے حق کی نصرت اور باطل کی ذلت کے لیے ہماری کیا ذمہ داری ہے: میں سوال کرتا ہوں خدا سے اس شان کے واسطے سے جو آپ، پروردگار کے ہاں رکھتے ہیں کہ خدا میری یہ زیارت قبول فرمائے آپکے واسطے سے میری دعا قبول فرمائے۔

نورانی چہروں کے دیدار کا موسم لوٹ آیا ہے

53سال ہوئے یہ انقلابی فکر کے داعی، خوبصورت، مخلصان ملت، نورانی چہروں والے نوجوان پاکستان کی سرزمین پہ امام العصر(عج) کے انقلاب کی تیاریاں کرتے دیکھے جارہے ہیں۔سال کے بعد ان کا مرکزی سالانہ کنونشن گذشتہ 52 سال سے لاہور میں ہوتا آیا ہے، یہ پہلا موقع ہے کہ مرکزی کنونشن اسلام آباد میں ہو رہا ہے، ایک بار ایک ڈ کنونشن نشتر میڈیکل کالج ملتان میں ہوا تھا، ورنہ ہر سال یہ خوبصورت نورانی محفل لاہور میں ہوتی ہے۔ہم مشکل سے مشکل حالات، شدید سختیوں، آفات و بلیات، شہادتوں، گرفتاریوں، شیلنگ، آگ و خون کی تیز آندھیوں اور مایوسیوں کے طوفانوں میں انہی جوانوں کو میدان میں دیکھتے آرہے ہیں۔ یہ باوفا، باغیرت، باتقوی اور منظّم جوانان کبھی بھی قوم، ملت، مکتب کو مایوس نہیں کرتے۔

اس بار دنیا کے سب سے اہم ایشو فلسطین کے عنوان سے "فلسطین مرکز حریت کنونشن "منعقد ہو رہا ہے، فلسطین کا مسئلہ گذشتہ 76برس سے امت مسلمہ کا امتحان بنا ہوا ہے، ملت فلسطین 76برس سے قربانیوں کی تاریخ رقم کر رہی ہے، اتنی قربانیاں کسی بھی اور ملت مظلوم نے نہیں دیں، جتنی فلسطین کی مجاہد، شجاع اور باغیرت قوم نے دی ہیں۔ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان نے اس اہم ترین مسئلہ پر پاکستان میں ہراول دستہ کے طور پر کام کیا ہے۔ مظلومین کی حمایت، طرفداری اور مدد کرنا امامیہ نوجوانوں کی فطری تربیت کا حصہ ہے۔اس لیے کربلا درسگاہ ہے، ان کا نعرہ بھی یہی ہے "ہے ہماری درسگاہ، کربلا کربلا۔ "بہت سے احباب مرکزی کنونشن کے لاہور سے باہر انعقاد پر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں۔اس حوالے سے بندہ حقیر کی رائے گذشتہ دس برس سے یہی ہے کہ مرکزی کنونشن لاہور سے باہر اسلام آباد میں منعقد کیا جانا چاہیئے۔

اس کی بہت سی وجوہات ہیں، مگر ایک اہم نکتہ اور وجہ لاہور میں جامع المنتظر میں ہونے والے باشکوہ کنونشنز کی ایک طویل تاریخ ہے۔اس کنونشن میں فقط طالبعلم شریک نہیں ہوتے بلکہ تنظیم کے سابقین کی بڑی تعداد، علماو زعما، مہمانان اور تنظیم کے خیرخواہ جو عملی زندگی میں ہوتے ہیں، ان کو بھی سال بھر اس مرکزی پروگرام کا انتظار رہتا ہے، مگر گذشتہ دس برس میں شہید ڈاکٹر محمد علی نقوی کے مرقد علی رضا آباد اور جامع المصطفیٰ میں ہونے والے کنونشنز میں تنظیم کا یہ سرمایہ یعنی سینئیر، سابقین، زعما، مہمانان کی تعداد بتدریج کم ہوتی رہی ہے، چونکہ ان دونوں مقامات پر رہائش اور دیگر مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح ان مقامات پر محبین جو تنظیم کا مستقبل ہوتے ہیں، ان کیلئے بھی انتظامات نہیں ہوتے تھے، جس سے یہ دونوں شعبے شدید متاثر ہوئے۔ رابطوں میں کمی دیکھی گئی، لہٰذا اس وقت تک کہ تنظیم اپنا کنونشن ہال نہیں بنا لیتی، کنونشن کا مقام اسلام آباد بھی رکھا جا سکتا ہے۔ میں اس وقت مرکزی "فلسطین مرکز حریت کنونشن میں شریک ہوں، رات کو شہدا کا پروگرام بہت خوبصورت انداز میں منعقد ہوا، شہادت کے جذبوں سے سرشار امامیہ طلبا کا جذبہ شہادت دیدنی تھا، شرکا کی تعداد بھی بہت مناسب تھی۔ شہدا کے خانوادے بھی شریک تھے۔ محفل شہدا میں بیٹھا ہر شخص جذبہ شہادت سے سرشار اور معمور تھا۔ مقاومت فلسطین، لبنان، یمن، عراق، شام، ایران و پاکستان کے شہدا کی خوبصورت تصاویر سے ماحول سازی بھی متاثر کن تھی، امامیہ طلبا نے اپنے روایتی انداز میں محفل کو گرمانے کیلئے ترانہ ہائے شہادت و نوحہ خوانی بھی کی۔ مرکزی کنونشن کی یہ محفل ایسے وقت میں ہو رہی ہے، جب ملکی حالات، احتجاج، ہڑتالوں اور گرفتاریوں کا زمانہ ہے، بالخصوص اسلام اباد مرکز بنا ہوا ہے۔ ایسے حالات میں امامیہ نوجوان جو ہمیشہ چیلنجز کا مقابلہ کرتے آئے ہیں، انہوں نے تمام تر چیلنجز کا سامنا کرتے بھرپور کنونشن کر رہے ہیں۔ان پاکباز، نورانی چہروں کو سلام جنہیں دیکھ کر خدا و امام وقت عجؑ یاد آجاتے ہیں کہ خدا کا لطف اور سایہ امام العصر والزمان (عج) ان پر موجود ہے۔ واضح رہے کہ 53سال ہوئے یہ انقلابی فکر کے داعی، خوبصورت، مخلصان ملت، نورانی چہروں والے نوجوان پاکستان کی سرزمین پہ امام العصر(عج) کے انقلاب کی تیاریاں کرتے دیکھے جارہے ہیں۔ سال کے بعد ان کا مرکزی سالانہ کنونشن گذشتہ 52سال سے لاہور میں ہوتا آیا ہے، یہ پہلا موقع ہے کہ مرکزی کنونشن اسلام آباد میں ہو رہا ہے، ایک بار ایک ڈ کنونشن نشتر میڈیکل کالج ملتان میں ہوا تھا، ورنہ ہر سال یہ خوبصورت نورانی محفل لاہور میں ہوتی ہے۔ہم مشکل سے مشکل حالات، شدید سختیوں، آفات و بلیات، شہادتوں، گرفتاریوں، شیلنگ، آگ و خون کی تیز آندھیوں اور مایوسیوں کے طوفانوں میں انہی جوانوں کو میدان میں دیکھتے آرہے ہیں۔ یہ باوفا، باغیرت، باتقوی اور منظّم جوانان کبھی بھی قوم، ملت، مکتب کو مایوس نہیں کرتے۔ ہر میدان میں کارکردگی اور جدوجہد کی ایک فروزاں و تاباں تاریخ کے حامل جوانوں، ڈٹ کے رہو، کوئی ہو نہ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہے، وقت کے امام (عج) کا سایہ تمہیں پر ہے، وقت کے ولی امر کی نگاہیں تمہاری جانب ہیں۔شہدا کے قافلوں کے سردار و سید آپ کو سلام بھیجتے ہیں۔

چلے چلو کے وہ منزل ابھی نہیں آئی

تحریر: کاشف رضا (صدائے حسینی)

چلو چلو جلدی، اس سامنے والی عمارت میں چلو، وقت بہت کم ہے۔۔۔ایک سپاہی بولا نہیں نہیں، مجھے لگتا ہے کہ ابھی خطرہ بہت زیادہ ہے، ہمیں فورا نیچے سرنگ میں چلے جانا چاہیئے، ابھی ابھی ہم نے دشمن پر دو گرنیڈ پھینکے ہیں، ان کا ایک فوجی زخمی ہوا ہے، مرا نہیں، اگر اس کو کوئی بچانے کے لئے آیا تو وہ ہم تک با آسانی پہنچ جائیں گے۔۔۔ دوسرا سپاہی بولا۔ تیسرا آدمی جو دراصل ایک بڑا کمانڈر تھا، اس نے باقی دونوں سپاہیوں کی طرح اپنے چہرے پر فلسطینی کوفیہ کا نقاب پہن رکھا تھا، اس نے کچھ نہ بولا، لیکن اس کی بارعب آنکھیں سب کچھ کہنے کے لئے کافی تھیں، گویا پیچھے ہٹنے یا چھپنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اس نے ایک تباہ شدہ عمارت کے ملبے پر رکھی ہوئی اپنی کلاشنکوف اٹھائی، جس میں شائد اب بس کچھ ہی گولیاں بچی تھیں اور تیزی سے اپنی دائیں جانب کھنڈر عمارت میں داخل ہوگیا۔ باقی دو سپاہی بھی اس کے پیچھے پیچھے اسی عمارت میں داخل ہو گئے۔

وہ تینوں الگ الگ گوشے میں بیٹھے ہوئے اپنے باقی ماندہ اسلحے کا جائزہ لے رہے تھے۔ وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے مسلسل دشمن پر گولیاں اور گرنیڈ برساتے رہے تھے۔ ایک کمانڈر کے بازو پر تو دشمن کی ایک گولی بھی پیوست ہوگئی تھی، لیکن دوسرے کمانڈر نے اپنی شرٹ پھاڑ کر کچھ کپڑا اس کے زخم پر باندھ دیا تھا، تاکہ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع نہ ہو جائے۔ ایک سپاہی کے پاس کلاشنکوف کی صرف ایک میگزین بچی تھی۔ دوسرے کے پاس دو میگزین اور دو گرنیڈ تھے اور تیسرے نے جوان کا کمانڈر تھا، اس نے اس وقت گولیاں گننا مناسب نہ سمجھا اور بس اپنی بجلی والی ٹیپ سے جوڑی گئی کلاشنکوف کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا، گویا کچھ سوچ رہا ہو۔ سردیوں کی آمد تھی، لیکن چونکہ یہ علاقہ ساحل سمندر پر واقع تھا، اس لئے سردی تو بس نام کی تھی، حبس کے شدید موسم اور مسلسل کئی گھنٹوں کی لڑائی نے ان سب کے جسموں کو پسینے سے شرابور کر دیا تھا۔

گلے خشک تھے اور اس کو تر کرنے کے لئے یہاں پانی ملنا تقریبا ناممکن تھا۔ لیکن اس وقت ان کا ذہن پانی کی شدت کو بھول چکا تھا اور وہ ان جانے خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت سے نبرد آزما تھا۔ اچانک ان کا کمانڈر کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اب ہمیں چلنا ہوگا۔ باقی دونوں سپاہیوں نے یک زبان ہو کر کہا: کہاں۔؟ اب یہاں سے پیچھے جانے کا راستہ نہیں ہے، اب مزید آگے ہی پیشقدمی کرنا ہوگی۔ ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے، دشمن کے زیادہ سے زیادہ سپاہیوں کو موت کی آغوش میں سلا دیں۔۔۔ کمانڈر نے کہا۔ لیکن جناب، ہمارے پاس اسلحہ نہ ہونے کے برابر ہے، اس وقت آگے جانا یعنی خود موت کے منہ میں جانا۔۔۔ ایک سپاہی بولا۔ اگر ابھی آگے نہیں جاسکتے تو پیچھے بھی نہیں جاسکتے، دشمن کے ڈرون مسلسل پورے علاقے میں گشت کر رہے ہیں، ہمیں ابھی کچھ دیر مزید یہاں رکنا چاہیئے۔۔۔ دوسرا سپاہی بولا۔ ابھی ان سب کے درمیان یہ مکالمہ چل ہی رہا تھا، اس سے پہلے کہ کوئی فیصلہ ہو پاتا، ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ہر طرف دھواں کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔ جب کچھ دیر بعد اندھیرا چھٹا تو دیکھا کہ عمارت کی چھت زمین بوس ہو چکی تھی، کمانڈر پر دیوار کا ملبہ گرا ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس کا ایک ہاتھ شدید زخمی ہو چکا تھا اور خون فوارے کی طرح بہہ نکلا تھا۔ کمانڈر نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ اس کے دونوں سپاہی محفوظ تھے۔ اس نے ان کو کہا فورا یہاں سے نکلو اور دونوں بالکل الگ الگ سمت میں چلے جا، یہاں اور نہیں ٹھہرا جاسکتا۔ کمانڈر، ہم کیسے آپ کو چھوڑ کر جاسکتے ہیں یہاں سے؟۔۔۔ ایک سپاہی بولا۔ کمانڈر آپ شدید زخمی ہیں، ہم آپکو کندھے پر اٹھا کر لے چلتے ہیں۔۔۔ دوسرا سپاہی بولا۔ یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے، اگر مزید یہاں رکے تو ہم تینوں مر جائیں گے۔ فورا یہاں سے نکلو۔ کمانڈر !!!! دونوں سپاہی ایک ساتھ بولے۔ یہ میرا حکم ہے، جا جا۔۔۔ کمانڈر نے کہا۔ لیکن کمانڈر کم از کم آپ پر سے ملبہ اٹھانے تو دیں۔۔۔ ایک سپاہی بولا۔ جا۔۔۔ کمانڈر نے بپھری نگاہوں سے چلا کر کہا۔ دونوں سپاہی اپنے کمانڈر کے حکم کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتے تھے، دونوں نے اپنی کلاشنکوف اٹھائی اور تیزی سے ملبے کے ڈھیر کو پھلانگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ کمانڈر نے اپنے بائیں ہاتھ سے جو پہلے ہی مسلسل لڑائی کی وجہ سے تھک چکا تھا، اپنی ٹانگ پر سے ملبے کا ڈھیر ہٹانا شروع کر دیا۔ بہت تگ و دو کے بعد ٹانگ باہر تو آ گئی، لیکن وہ جگہ جگہ سے چکنا چور ہو چکی تھی۔ کمانڈر نے بائیں بازو سے اس کی طاقت کی نسبت بہت بھاری جسم کو آگے گھسیٹنا شروع کر دیا تھا۔ جگہ جگہ نوکیلے پتھر پڑے ہوئے تھے، کمانڈر جس قدر آگے بڑھتا جاتا، اس کا جسم ان نوکیلے اور کھردرے پتھروں کے زخموں سے مزید چھلنی ہوتا جا رہا تھا، سامنے ایک صوفہ نظر آیا تو بڑی مشکل سے ایک طرف سے اس پر زور دیا اور گرتے پڑتے کسی طرح اس صوفے پر بیٹھ گیا۔ کمانڈر کا اسلحہ ناکارا ہو چکا تھا، اگر صحیح و سالم بھی ہوتا تو اس کو چلانے کے لئے بازو ہی ختم ہو چکا تھا۔ کمانڈر کچھ دیر اسی صوفے پر بیٹھا رہا کہ اچانک ایک کواڈ ڈرون کی آواز آنا شروع ہوگئی۔ کمانڈر نے اپنے اوسان پر مکمل قبضہ رکھا اور کوئی حرکت کرنے سے پرہیز کیا، گویا مرنے کی اداکاری کر رہا ہو۔ لیکن ڈرون آگے سے آگے بڑھتا جا رہا تھا اور کوفیہ لپیٹے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کمانڈر چاہتا تو اپنا نقاب ہٹا دیتا اور مرنے کی بجائے اسارت کو قبول کر لیتا، لیکن اب وہ منزل شہادت پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس کی ہمیشہ سے آرزو تھی کی وہ بڑھاپے کی بیماریوں کی بجائے میدان جنگ میں دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شیر کی موت مرنا چاہتا تھا۔

کون 'السنوار' کی جگہ لیگا

فلسطین کی اسلامی مزاحمتی تحریک کے سربراہ اور طوفان الاقصی آپریشن 7) اکتوبر (2023 کے ماسٹر مائنڈ یحیی السنوار کی شہادت کے بعد ان کے جانشین کے بارے میں قیاس آرائیاں بڑھ گئی ہیں۔ یحیی السنوار کی شہادت کے بعد ان کی جگہ حماس کا کمانڈر مقرر کرنے کے لیے کئی نام تجویز کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے حماس کے سیاسی اور فوجی ڈھانچے کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کیا اور مستقبل میں حماس کی قیادت انہیں سونپی جاسکتی ہے۔

محمد ضیف : صیہونی حکومت نے سال 2001، 2002، 2003، 2006، 2014، 2023 اور 2024 کے دوران محمد ضیف کو کم از کم سات مرتبہ قتل کرنے کی کوشش کی اور یہ تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ ضیف صیہونی حکومت کو مطلوب اہم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں اور اس رجیم کے جاسوسی ادارے اسے شہید کرنے کی بھرپور کوششیں کر رہے ہیں۔ ستمبر 2022 میں غزہ کے علاقے شیخ رضوان میں متعدد کاروں پر صیہونی حکومت کے میزائل حملے میں وہ بال بال بچ گئے تاہم زخمی ہو گئے۔ حماس نے اگست 2023 میں اعلان کیا تھا کہ ضیف کی اہلیہ اور 7 ماہ کا بچہ صیہونی حکومت کے ان حملوں میں شہید ہو گئے ہیں جو انہیں قتل کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔ لیکن ضیف حملے کے مقام پر موجود نہیں تھے۔ محمد ضیف خفیہ سرگرمیوں میں اعلی طاقت کے حامل ہیں اور انہوں نے حماس کی عسکری صلاحیتوں میں مضبوط کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے شہید عزالدین قسام بٹالین کی کمان میں منفرد فوجی حکمت عملی اپنائی اور حماس کے ہتھیاروں کو مضبوط بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حماس کا یہ عہدیدار شاذ و نادر ہی آڈیو پیغامات کے ذریعے میڈیا میں نظر آتا ہے اور فوجی کارروائیوں کے حوالے سے اپنے پیغامات جاری کرتا ہے۔

مروان عیسی : مروان عیسی عزالدین قسام بٹالین کے ڈپٹی کمانڈر انچیف اور حماس کے سیاسی اور فوجی بیورو کے رکن ہیں۔ ان کا شمار بھی صیہونی حکومت کو مطلوب سب سے نمایاں افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے حماس کی عسکری صلاحیتوں کو مضبوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اور وہ اسرائیل کے لیے حقیقی خطرہ ہیں۔ مارچ 2023 میں صیہونی حکومت نے دعوی کیا کہ اس فلسطینی شخصیت کو شہید کر دیا گیا ہے تاہم حماس نے ان دعوں کی تصدیق نہیں کی۔ وہ فوجی فیصلہ سازی کے اہم ستونوں میں سے ایک ہیں اور محمد ضیف کے دست راست اور قاسم بٹالین کے سیکنڈ ان کمانڈ ہیں۔ انہیں صیہونی حکومت نے پہلی فلسطینی انتفاضہ کے دوران قید کیا اور 5 سال جیل میں گزارے۔ صیہونی حکومت نے مروان عیسی کو اسرائیل کے خلاف "تھنک ٹینک وار" میں حماس کی نمایاں ترین شخصیات میں سے ایک کے طور پر تسلیم کیا ہے اور اسے "مردِ عمل" قرار دیا ہے، وہ اس حد تک اعلی آپریشنل ذہانت اور صلاحیت کے مالک ہیں کہ صیہونیوں کو یقین ہے کہ وہ پلاسٹک کو بھی لوہے میں بدل سکتے ہیں ! یہ بیان حماس کی ہتھیاروں کی صلاحیتوں کو بڑھانے اور مشکل حالات پر قابو پانے میں ان کی اعلی ذہانت کو ظاہر کرتا ہے۔

خلیل الحیہ : خلیل الحیہ یحیی السنوار کے نائب اور سیاسی اور عسکری امور میں حماس تحریک کے اہم ترین رہنماں میں سے ایک ہیں۔ حال ہی میں وہ جنگ بندی کے حوالے سے صیہونی حکومت کے ساتھ بالواسطہ مذاکرات کے ذمہ دار تھے اور ان مذاکرات کے حوالے سے فیصلے کرنے والی اہم شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ خلیل الحیہ کئی بار صیہونی حکومت کی جانب سے انہیں قتل کرنے کی کوششوں میں بھی بچ گئے ہیں۔ 2007 میں صیہونی حکومت نے ان کے گھر پر حملہ کر کے ان کے خاندان کے متعدد افراد کو شہید کر دیا۔ 2014 میں صیہونی حکومت کے ایک اور حملے میں ان کا بڑا بیٹا شہید ہو گیا تھا۔

خالد مشعل خالد : مشعل حماس تحریک کی تشکیل کے بااثر عناصر میں سے ایک ہیں، جو 1996 سے 2017 تک حماس کے سیاسی دفتر کے سربراہ رہے۔ 2004 میں صیہونی حکومت کے ہاتھوں حماس کے بانی شیخ احمد یاسین کے قتل کے بعد انہوں نے اس تحریک کی قیادت سنبھالی۔ ان کا خیال ہے کہ مسلح مزاحمت اور سیاسی جدوجہد مقبوضہ فلسطینی سرزمین کی آزادی میں بنیادی ستون ہیں۔ حماس کے قیام کے بعد سے وہ اس تحریک کے سیاسی دفتر کے رکن رہے ہیں۔ اردن کی طرف سے عمان میں حماس کے دفتر کو بلاک کرنے کے بعد مشعل قطر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ کافی عرصے تک شام میں رہے یہاں تک کہ انہوں نے 2012 میں حماس کے سیاسی دفتر کو دوبارہ قطر منتقل کر دیا۔

محمود الزہار : محمود الزہار کا شمار بھی تحریک حماس کی ان بااثر شخصیات میں ہوتا ہے جو صیہونی حکومت اور فلسطینی اتھارٹی کے ہاتھوں کئی بار قاتلانہ حملے اور گرفتاریوں کا نشانہ بن چکی ہیں۔ وہ ان شخصیات میں سے ایک ہیں جنہیں اسرائیل نے ہمیشہ قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ستمبر 2003 میں صیہونی حکومت کے طیاروں نے غزہ شہر میں ان کے گھر پر بمباری کی۔ اس حملے میں ان کا بڑا بیٹا اور ان کا محافظ شہید ہو گئے جب کہ ان کی اہلیہ اور بیٹی بھی زخمی ہو گئے اور گھر مکمل طور پر تباہ ہو گیا تاہم وہ اس حملے میں بال بال بچ گئے۔ ان کا دوسرا بیٹا بھی 2008 میں صیہونی حکومت کے حملوں میں شہید ہوا۔ الزہار اس سے پہلے بھی کئی بار پکڑے جا چکے ہیں۔ اسے صیہونی حکومت نے 1988 میں گرفتار کیا تھا اور 1996 میں نام نہاد فلسطینی اتھارٹی نے انہیں پکڑ کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ 2005 میں فلسطینی پارلیمانی انتخابات میں حماس کی فتح کے بعد اسماعیل ھنیہ وزیراعظم بنے جب کہ محمود الزہار وزیر خارجہ تھے۔

محمد شبانہ : ابوانس کے نام سے مشہور محمد شبانہ کو عزالدین قاسم بٹالین کے اہم ترین فوجی کمانڈروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ جنوبی غزہ میں رفح بٹالین کے انچارج ہیں اور حماس کے ٹنل نیٹ ورک کی توسیع اور عسکری صلاحیتوں کو مضبوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ شبانہ نے اس آپریشن میں بھی خصوصی حصہ لیا جس میں ایک صہیونی فوجی گیلاد شالیت کو پکڑ لیا گیا اور اس آپریشن میں غزہ کی سرنگوں کا بھی استعمال کیا گیا۔ جس پر عمل درآمد کرنے کے وہ ذمہ دار تھے، ان سرنگوں کو صیہونی حکومت کے اسٹریٹجک خطرات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور حماس ان سرنگوں کو اچانک حملے کرنے اور قابض دشمن پر حملے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ شبانہ کا شمار بھی صیہونی حکومت کو مطلوب افراد میں ہوتا ہے۔

روح مشتہی : روحی مشتہی کا شمار یحییٰ السنوار کے قریبی افراد میں ہوتا ہے اور وہ تحریک حماس کے کمانڈروں میں سے ہے۔ انہوں نے 80 کی دہائی کے آخر میں تحریک حماس کے سکیورٹی نظام کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ فلسطینی علاقوں میں صیہونی حکومت کے جاسوسوں کی شناخت کے ذمہ دار بھی تھے اور تحریک کی سکیورٹی صلاحیتوں کو مضبوط بنانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ وہ کئی سالوں تک صیہونی حکومت کی جیلوں میں رہے اور 2011 میں گیلعاد شالیت کے ساتھ تبادلے میں رہا ہوا۔ وہ حماس میں اہم ذمہ داریاں نبھا چکے ہیں، جن میں حماس اور مصری حکام کے درمیان سکیورٹی کوآرڈینیشن، خاص طور پر رفح کراسنگ اور دیگر سکیورٹی معاملات کے حوالے سے امور شامل ہیں۔

تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ مگر کس طرح!

اگر کوئی آپ سے کہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آرام سے بیٹھو اور کچھ نہ کرو، تو آپ کا دماغ اسے قبول نہیں کرے گا، بلکہ یہ خیال بار بار آپ کے ذہن میں آئے گا کہ کچھ ادھورے کاموں اور دیگر ضروری کاموں کو کیسے پورا کیا جائے۔

آج کی مصروف زندگی میں یہ عام بات ہے کہ ہر کوئی محسوس کرتا ہے کہ سوشل میڈیا پوسٹس سے لے کر تمام ای میلز کو چیک کرنے، تمام کاموں کو مکمل کرنے اور فیملی کے ساتھ وقت گزارنے تک ہر چیز کے لیے دن کے 24 گھنٹے کم پڑ جاتے ہیں۔

اس دوران ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب آپ کوئی کام نہیں کر رہے ہوتے ہیں، تو آپ تفریح کے لیے اپنے موبائل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ کبھی سوشل میڈیا پوسٹ پر تبصروں کا جواب دینا اور کبھی کچھ اور چیزوں کو تلاش کرنا لیکن یہ بات کسی کے ذہن میں نہیں آتی کہ بور ہونا بھی ایک آسان اور مفید آپشن ہے۔

کچھ لوگ اپنے خیالات اور نظریات کے ساتھ تنہا رہنے کے بجائے خود کو بجلی کا جھٹکا دینا پسند کرتے ہیں۔

یہ بات مشہور سائنس جرنل میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں سامنے آئی ہے۔ ایک تحقیقی تجربے کے حصے کے طور پر، کچھ لوگوں کو ایک کمرے میں 15 منٹ تک اکیلے بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ ان تمام لوگوں کو بتایا گیا کہ اس دوران انھیں کچھ نہیں کرنا ہے۔ ایک ہی آپشن تھا، ایک بٹن دبانا، جس سے انھیں ہلکے بجلی کے جھٹکے لگیں گے۔

تجربے میں شامل 42 افراد میں سے تقریباً نصف نے کم از کم ایک بار وہ بٹن دبایا، جب کہ انھیں بجلی کے جھٹکے کا احساس پہلے ہی ہو چکا تھا۔

اس میں ایک ایسا شخص تھا جس نے 15 منٹ تک بیکار بیٹھے رہنے کے دوران 190 بار بٹن دبایا۔ اس تجربے کے بعد تیار کی گئی رپورٹ کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ زیادہ تر لوگ بیکار بیٹھے ہوئے بھی کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جسم کا وہ حصہ جو ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے

ہمارا دماغ دراصل چوبیس گھنٹے کام کرتا ہے اور اس کا کام ہمارے سونے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ سونے کے دوران یہ تناؤ پیدا کرنے والے تمام عوامل کو سنتا اور ان کا انتظام کرتا ہے تاکہ آپ اپنی نیند اچھی طرح پوری کر سکیں۔

اس دوران آپ کو خبر نہیں ہوتی، پھر بھی آپ کا دماغ فیصلے کرتا ہے، مسائل کا حل تلاش کرتا ہے اور نئے امکانات کے بارے میں سوچتا ہے۔ یہ حصہ جو ہمارے جسم میں ہمیشہ آن رہتا ہے کبھی بریک یا رخصت نہیں لیتا۔ لیکن نیورو سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے دماغ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

نیند ایک ایسا ہی عمل ہے، جس میں اگرچہ ہمارا دماغ کام کر رہا ہوتا ہے، لیکن اس دوران یہ خود کو ٹھیک بھی کرتا ہے۔ اسی لیے نیند کا بور ہونا بھی ہماری صحت کے لیے ضروری ہے۔

اطالوی لوگ بور ہونے کی اس خوبی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہاں تک کہ وہاں ایک کہاوت بھی ہے کچھ نہ کرنے کا سکھ یہ وہاں کی ثقافت کا ایک حصہ ہے، جس کے تحت لوگ آرام کرتے ہیں اور کچھ نہ کرنے کی صورتحال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

کچھ نہ کرنے کا مطلب جھپکی لینا نہیں ہے بلکہ اس کے معنی اور بھی گہرے ہیں۔ اس کا حقیقی مطلب ہے کہ اپنے آپ کو روزمرہ کی زندگی کی ہلچل سے الگ کرنا، اپنے اندر جھانک کر دیکھنا، آرام کرنا اور یہ محسوس کرنا کہ آپ حال میں رہ رہے ہیں۔

بوریت میں تخلیقی صلاحیتیں بڑھتی ہیں

نیوروسائنسدان ایلیسیا ووف، جو کہ امریکہ میں رینسلیئر پولی ٹیکنک انسٹیٹیوٹ میں ایک محقق کے طور پر کام کر رہی ہیں، انکا کہنا ہے کہ دماغ کی صحت کیلئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے آپ کو کبھی کبھار بور ہونے دیں۔ فوربس پبلکیشنز کو دیے گئے اپنے بیان میں ایلیسیا مزید کہتی ہیں، بور ہونے سے ہمارے سماجی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔

بہت سے سوشل نیوروسائنس دانوں کی دریافت سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جب ہم کچھ کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو ہمارے دماغ کی نیٹ ورکنگ سب سے زیادہ فعال ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، تخلیقی خیالات بوریت میں پروان چڑھ سکتے ہیں۔ ذہن میں پیدا ہونیوالے خیالات کو بہتر خیالات میں تبدیل کرنے کا یہ اچھا موقع ہوتا ہے۔

دماغی صحت کیلئے فائدہ مند

اس کی تفصیل بتاتے ہوئے ایلیسیا مزید کہتی ہیں کہ بوریت والے لمحات بھلے ہی ہمیں بے کار، خالی اور غیر ضروری معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس دوران تمام حکمت عملی اور مسائل کے حل ہمارے ذہن میں تیرتے رہتے ہیں۔ بہت سے مشہور مصنفین نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے ذہن میں بہت سے تخلیقی خیالات اس وقت آئے جب وہ نہانے، گھاس کاٹنے یا گھر کا فرنیچر ادھر ادھر کرنے جیسے کام کر رہے تھے۔

2019 میں اکیڈمی آف مینجمنٹ ڈسکوریز میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں ایک اور دلچسپ بات سامنے آئی ہے۔ تحقیق میں شامل محققین نے ایک گروپ کو ان کے رنگ کے مطابق پھلیاں چھانٹنے کا بورنگ کام دیا۔

جبکہ دوسرے گروپ کو اس سے بہتر کام سونپا گیا۔

ٹاسک کے بعد ان دونوں گروپوں کے لوگوں سے کہا گیا کہ وہ دیر سے آنے کے لیے بہترین بہانے تلاش کریں۔ محققین نے پایا کہ جس گروپ کو بورنگ ٹاسک دیا گیا تھا وہ اس گروپ کے مقابلے میں بہتر بہانہ بناتا تھا جسے بہتر ٹاسک دیا گیا تھا۔ برطانوی ماہر نفسیات سینڈی مین کی کتاب آرٹ آف بیئنگ بورڈ کی دلیل بھی ایسی ہی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ بوریت کا احساس اتنا مضبوط اور حوصلہ افزا ہے کہ یہ تخلیقی صلاحیتوں اور سوچ کو بہتر میں اضافہ کر سکتا ہے۔ سینڈی کی رائے میں جب بچے بور ہوتے ہیں تو والدین کو پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ انھیں چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ کہتی ہیں بوریت کے بارے میں اچھی بات یہ ہے کہ آپ کو اس دوران کچھ خاص کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لیے انھیں اپنی بوریت سے خود ہی لڑنا سیکھنے دیں۔

ان کے اندر کی تخلیقی صلاحیتیں اسی طرح کھل کر سامنے آئیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ بور ہونا اچھا نہیں لگتا لیکن اس دوران ہمارے دماغ کی بیٹری چارج ہوتی ہے۔

بوریت توجہ میں اضافہ کرتی ہے

جس طرح نیند ہمارے دماغ کے لیے مفید ہے، اسی طرح بوریت یا مخمصے کی کیفیت بھی دماغ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والے اپنے ایک مضمون میں ٹم کریڈر کا کہنا ہے کہ بیکار بیٹھنا چھٹی جیسی چیز نہیں ہے، یہ ہمارے دماغ کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ہمارے جسم کے لیے وٹامن ڈی۔ امریکہ کے میگزین سائنٹیفک امریکن میں بھی ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جس میں بوریت جیسی مبہم صورتحال کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں ٹم کریڈر کا کہنا ہے کہ کنفیوژن یا الجھن کی کیفیت ہمارے دماغ کے توجہ اور تجسس کو بڑھاتا ہے، اس کی تخلیقی صلاحیتوں اور افادیت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ ہمیں روزمرہ کی زندگی میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے اور دیرپا یادیں بنانے میں مدد کرتا ہے۔

اخلاقی قدروں سے محروم سیاست

دوسری عالمی جنگ کے بعد آزادی حاصل کرنے والے ممالک میں سے تقریباً سبھی نے رسمی طور پر جمہوری نظام اپنانے کا فیصلہ کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ سبھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ کہیں تاناشاہی اور تو کہیں فوج برسر اقتدار ہوئی۔ اس کے برعکس ہندوستان میں جمہوری نظام جس طرح عمل میں آیا اور لگاتار چلتا رہا ہے اس کی بین الاقوامی اداروں اور دانشوروں نے بھی وقتاً فوقتاً تعریف کی ہے۔ یہاں جتنے پرامن طریقے سے اقتدار میں تبدیلی ہوتی رہی وہ تمام لوگوں کو حیرت زدہ کرتا رہا۔ 17 اپریل 1999ء کو مرکز کی باجپئی حکومت صرف ایک ووٹ سے ہار گئی۔ نتیجے کے طور پر پھر سے چناؤ ہوا۔ ہر موقع پر اقتدار میں تبدیلی مکمل طور پر آئینی نظام کے مطابق ہی ہوتی رہی ہے۔ بلاشبہ وقت گزرنے کے ساتھ اور اخلاقی قدروں میں گراوٹ کے سبب دلوں میں تشویش بنی ہوئی ہے۔ ایسے میں آزادی کا 'امرت مہوتسو' منا رہے ملک کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ موجودہ حالات کا صحیح تجزیہ کیا جائے تاکہ ہم اپنے جمہوری طریقۂ عمل پر اسی طرح ناز کرتے رہیں۔ جس طرح گھر کی صفائی پر مسلسل نظر رکھنا ہوتا ہے ویسے ہی ملک کے انتظامی امور میں کن ہی وجوہات کے بناء پر ہو رہی تبدیلیوں کا غیر جانبدارانہ تجزیہ بھی ضروری ہے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ آزادی کی جنگ میں ملوث رہے ہمارے مجاہدین ہی ملک کے آئین کے خالق بنے۔ انہوں نے ہندوستان کی ہمہ جہت ترقی کے خاطر ہم آہنگی، تعاون، مساوات، اعلیٰ ظرفی اور حساسیت سے لبریز راستہ اپنایا۔ ان کی توقع تو یہی تھی کہ کثرت میں وحدت کیلئے عالمی شہرت یافتہ ہندوستان عالمی معاشرہ کے سامنے سماجی، ثقافتی اور نظریاتی میل ملاپ کی عملیت کی شاندار مثال پیش کرے گا۔

گزشتہ سات دہائیوں میں تبدیلی کی رفتار میں اضافہ ہوا ہے ۔ سائنس، ٹیکنالوجی اور ابلاغ ٹیکنیک نے سماجی، ثقافتی اور اقتصادی شعبوں میں غیر معمولی اثر ڈالے ہیں۔ ایک زبان، ثقافت اور مذہب کے ماننے والے متعدد ممالک میں مختلف اسباب سے آئے تارکین وطن نے آبادی کا ڈھانچہ ہی بدل دیا ہے۔ یوروپ کے کئی ممالک ان نئے حالات سے نمٹنے میں ہندوستان کے لمبے تجربوں سے فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ ان حالات میں یہ ہندوستان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ملک میں کسی بھی طرح کی منافرت اور غیر اعتماد کو بڑھنے سے روکا جائے ۔ اس کیلئے کافی ہوشیاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

چین اور پاکستان جیسے دشمن ممالک کی فطری طور پر یہی کوشش ہوگی کہ ملک کی داخلی ہم آہنگی ختم ہوجائے، دوسری طرف آر-ایس - ایس فکر کو فروغ دینے کی خاطر مرکزی حکمراں جماعت بھی عملی طور پر کچھ ایسا نہیں کر رہی ہے جس سے ملک کے مختلف فرقوں میں میل محبت اور ہم آہنگی پیدا ہو۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ان سے نمٹنے کیلئے قومی یکجہتی کا جو واضح پیغام دنیا کے سامنے جانا چاہیے اسے دائیں بازو کے لیڈران اور ان کی پارٹی گہرائی سے نہیں سمجھ رہی ہے ۔ سرجیکل اسٹرائک سے لیکر ایئر اسٹرائک تک اس کی تمام مثالیں ہیں۔ کشمیر کے بالاکوٹ میں یا گلوان وادی میں ہمارے فوجی جوانوں کی شہادت یا پاکستان اور چین کے خلاف جو بھی فوجی کارروائی کی گئی اس کا طریقۂ عمل ایسا نہیں تھا جس کی بین الاقوامی سطح پر ستائش ہو۔ جو بھی فوجی کارروائی کسی ملک کے ساتھ ہو ملک کے عوام کو مکمل اطلاع ٹھوس ثبوت کے ساتھ دی جانی چاہیے تاکہ ہمارا سر فخر اونچا اٹھے۔ ملک کا حزب مخالف بھی وہ کردار نہیں نبھا پا رہا ہے جو ایک جمہوری ملک میں ملک کی خوشحالی اور ترقی کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ ووٹ کی سیاست کی مجبوری نے جن مدعوں پر انہیں آواز اٹھانا چاہیے اس پر وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جہاں نہیں بولنا چاہیے وہاں شوروغل کرتے ہیں۔ اگر حزب مخالف پارلیمان میں کوئی بل پاس نہیں ہونے دینا چاہتا تو اس کیلئے ان کو باہمی اتحاد پیدا کرنا چاہیے اور اپنے جماعت کے اراکین کی ایوان میں موجودگی یقینی بنانا چاہیے۔ پارلیمان کے اجلاس کا بائیکاٹ کرنا ان کے ارادے کا حل نہیں ہے۔ اس سے تو حکمراں جماعت کو مطلوبہ بل پاس کرانے میں آسانی ہی ہوتی ہے۔ آزادی کے بعد دو تین دہائیوں کے بعد ہی یہ واضح ہوگیا تھا کہ انتخابات کو آئینی روح کے مطابق کرانا بہت مشکل کام ہے۔ لیڈران کے ذریعے بوتھ لوٹنے سے لیکر پیسہ باٹنے اور شراب کا لالچ دینا عام ہوگیا ہے۔ غریبوں اور محروم طبقوں کیلئے بہبودی اسکیم لانا تو اچھی بات ہے لیکن کسانوں کے کھاتوں میں بنا کچھ کئے روپئے بھیجنا اور غریبوں کو مفت غلہ بانٹنا نہ تو غریبوں کے مفاد میں ہے اور نہ ملک کے مفاد میں ہے۔ اس کے بدلے روزگار کے مواقع پیدا کئے جانے چاہئیں اور عوام کو شہری سہولیتیں فراہم کی جانی چاہئیں۔ غریبوں کو پیسہ یا غلہ بنا کچھ کئے اگر دیا جاتا ہے تو وہ پیسہ ٹیکس دہندگان سے وصول کیا جاتا ہے اور اس سے ملک کی معیشت پر برا اثر پڑتا ہے۔ حکمراں جماعت دراصل اپنے اس فعل سے ووٹ خریدتی ہے ۔ حزب مخالف بھی اس کام میں پیچھے نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ملک میں مذہب اور ذات کی سیاست فروغ پانے سے آئین کی روح کو مزید ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ حکمراں جماعت اور حزب مخالف دونوں ہی ایک دوسرے پر مصالحت خواہی کا الزام لگاتے رہے ہیں لیکن دونوں ہی اس پر عمل بھی کرتے رہے۔ جیسے جیسے ملک میں مجاہدین آزادی کی نسل ختم ہو رہی ہے ویسے ویسے علاقائیت، ذات اور فرقہ پرستی کی سیاست کرنے والے اقتدار تک پہنچنے لگے۔ ذات، مذہب، علاقہ یا عقیدہ پر مشتمل ایسی جماعتیں کوئی مثبت قومی نظریہ کو فروغ نہیں دے سکیں۔ ان میں سے بہت خود غرضی، کنبہ پرستی اور انفرادی دولت جمع کرنے سے آگے نہیں بڑھ پائے۔

اچھی حکمرانی کی بنیاد بہتر کارکردگی ہو

اقتدار کی کمان سنبھالتے وقت ہر حکومت بہتر حکمرانی فراہم کرنے کا دعویٰ کرتی ہے مگر حقیقت میں وہ دعوے پورے نہیں ہوتے۔ بہتر حکمرانی یعنی چاق چوبند نظم وضبط، بہتر بنیادی سہولتیں اور کاروبار روزگار کے اچھے مواقع وغیرہ۔ یہ سب باتیں اب صرف حکومت اور اپوزیشن میں منقسم شہریوں کے اطمینان یا عدم اطمینان پر انحصار نہیں کرتے۔ آج کئی قومی اور بین الاقوامی ایجنسیاں سروے کرنے لگی ہیں کہ دنیا کے کس ملک، کس ریاست اور شہر میں شہری سہولتوں کی کیا صورت حال ہے۔ بنگلورو کی پبلک افیئر سینٹر نامی ایجنسی نے عوامی کاموں کو لیکر ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کا سروے کیا ہے اور انہیں پوائنٹس کی بنیاد پر درجہ بند کرتے ہوئے بتایا کہ مرکزی زیر انتظام علاقوں میں بہتر حکمرانی کے معاملے میں چندی گڑھ سرفہرست ہے۔ ریاستوں میں کیرالا اول مقام اور جنوب کی دیگر سبھی ریاستیں اوپر کے پائیدان پر ہیں تو اتر پردیش، بہار اور اڑیسہ سب سے خراب حالت میں ہیں۔ اتر پردیش سب سے نچلے درجہ پر ہے۔ ابھی کچھ دن قبل ہی ایک دوسری ایجنسی نے اپنی رپورٹ میں بتایا تھا کہ کاروبار کرنے کے لحاظ سے اتر پردیش کے حالات باقی سبھی ریاستوں کے مقابلے میں سب سے بہتر ہیں۔ اسی طرح کے تضاد دوسری ریاستوں کے معاملے میں بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔ اچھی حکمرانی مشترکہ کوششوں سے قائم ہوتی ہے۔

مسلم ملک میں مذہبی حضرات !

ایک مسلم ملک میں مذہبی حضرات کی ایک بڑی محفل میں ایک دانشور ڈاکٹر رشید علی بلوچ نے سوال کیا کہ " حضرت داؤد لوہار تھے جن کے ہاتھوں میں لوہا پگھل جاتا تھا ۔اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی جو ایک نظموں والی کتاب ہے ۔آپ جب زبور پڑھتے تھے تو لوگوں کے دل نرم ہوجایا کرتے تھے ۔آپ کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں۔ سب سے بڑی قوم عیسائی ہے جو حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں ۔حضرت عیسیٰ اپنے آپ کو چرواہا کہتے تھے ۔آپ پر انجیل نازل ہوی۔ دوسری سب سے بڑی قوم مسلمان ہیں جو حضرت محمدؐ کے امتی ہیں ۔آپ پر قرآن نازل ہوا۔آپ کو استاد (معلم) کہا گیا یعنی دنیا کو علم سے نوازنے والے ۔غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج لوہار کی قوم کہاں ہے، چرواہے کی قوم کہاں ہے اور معلم کہ قوم جو دنیا کو علم دینے والی ہے کتنی پڑھی لکھی ہے ۔تو یہ معلم کی امت کے ساتھ زیادتی کیوں ہے؟ آپ ﷺ کو ہر کوئی صادق اور امین کے نام سے جانتے ہیں ۔ سوال پوچھنا یہ ہے کہ سچّے (صادق) کی امت جھوٹی کیوں ہے، امین کی امت چور کیوں ہے اور معلم کی امت بے علم کیوں ہے؟"ڈاکٹر اسرار احمد نے صحی کہا کہ ہمارے معاملات آپس میں غلط ہیں انفرادی اور اجتمائی دونوں ۔ہم جھوٹ ، چوری اور ،فریب اور دھوکہ اور ملاوٹ میں سب سے آگے ہیں۔ جارج برناڈ شاہ نے کیا خوب کہا کہ جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اس سے بہتر کتاب کوئی نہیں ہے اور جب مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو لگتا ہے کہ ان سے زیادہ ذلیل اور کوئی نہیں۔ یہ ہے وہ گواہی جو ہم دے رہے ہیں ۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امت مسلمہ کی اکثریت جھوٹی ہے اور بے علم ہے اور دین و دنیا کی معلومات سے عاری ہے ۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ نماز پڑھو۔ نماز تو پڑھ رہے ہیں مگر معلوم نہیں کہ وہ اللہ سے سورت فاتحہ میں کیا مانگ رہے ہیں اور اللہ ضمنی سورت میں انہیں کیا نصیحت کر رہا ہے اور کیا عمل کرنے کے لئے کہہ رہا ہے ۔ جب نہیں سمجھے اور نہیں عمل کئے تو نماز کیا ہوی۔ کچھ مسلمان تو حج پر حج اور عمرہ پر عمرہ تو کر رہے ہیں مگر واپس آکر وہی جھوٹ ،غبن ، رشوت ، دھوکا بازی اور چوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔اگر صرف یہ حج اور عمرہ کرنے والے کروڑوں مسلمان سیدھے ہو گئے تو ہر کوئی مسلمانوں کو سر آنکھوں پر بٹھالے گا۔ وقف بورڈ کو دیکھو، وزارت اقلیتی بہبود کو دیکھو سب کے سب مسلمان سب کے سب حاجی اور نمازی مگر اکثریت حریص، عہدوں کے لالچی، چور، رشوت خور، بے شرم اور غبن میں اٹھائے سو ہاتھ۔ان کی بے حسی دیکھ کر کبھی کبھی دل کہتا ہے کہ سب کہنا اور لکھنا بیکار ہے ۔سچائی، ایمانداری اور انصاف کی بات کریں تو اب سے ساٹھ سال پہلے جو مسلمان داڑھی اور ٹوپی رکھتا تھا وہ سچ مچ کا متقی اور پرہیزگار ہوتا تھا اور کیا مسلمان کیا ہندو سب کے سب اپنے آپسی جھگڑے ان کے پاس لاتے تھے اور ان کے تمام فیصلے مان لیتے تھے ۔اب ایک وقت ایسا ہے جب ہماری اکثریت داڑھی اور ٹوپی میں تو ہے مگر سچائی، ایمانداری اور انصاف سے کوسوں دور ہے ۔ پہلے دھوکا دینا ہوتا تھا تو اللہ اور رسول کا نام نہیں کہتے تھے مگر اب اللہ اور رسول کا نام لے کر دھوکا دیتے ہیں ۔زبان پر سبحان اللہ ۔الحمد اللہ اور استغفر اللہ مگر دھوکا ہی دھوکا ۔تازہ مثال شہر بنگلور کے آئی یم یے کی ہے جس کے مالک نے عالم دین ہوتے ہوے ، اللہ کے نام کا واسطہ دیتے ہوے لاکھوں لوگوں کو کروڑوں کا دھوکا دیا۔ کئی مذہبی حضرات نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ایسے مسلمان اس دنیا میں بھرے پڑے ہیں ۔ایسوں کے ہوتے ڈاکٹر رشید علی بلوچ کا سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ افغانستان ، شام اور پاکستان میں سب کے سب مسلمان ، سب کے سب مذہبی لباس میں ملبوس، داڑھی اور پیٹھا ہر کسی پر، سب خود کو قرآن اور حدیث کے پابند بتاتے ہیں مگر ایک دوسرے کو گولیوں اور بموں سے دن رات اڑا رہے ہیں ۔کیا یہ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ جہاں تک علم کا تعلق ہے آج ہر مسلمان علم کی اہمیت سمجھنے لگا ہے مگر اسے معلم کہنا مشکل ہے ۔معلم ہونے کے ناطے آپ ﷺ خود چل کر دوسروں کے پاس جاتے تھے ،ان کی خیر خیریت دریافت کرتے تھے ، مگر آج آپؐ کے پیرو کار ہونے کا دعویٰ کرنے والے کبھی چل کر دوسروں کے پاس نہیں جاتے ۔ الٹا امید کرتے ہیں کہ دوسرے سب ان کے پاس آئیں ، ان کی تعریف کے پل باندھیں اور جلد سے جلد رخصت ہو جائیں ۔دوسروں کو نصیحت کرنے والوں کی اکثریت خود اپنی نصیحت پر عمل نہیں کرتی ۔ اگر ہماری یہ حالت بدل گئی تو کوئی ہمارا دشمن نہ ہوگا اور نہ ہی ہماری بے قدری ہو گی ۔ سچائی یہ ہے کہ یہ ملت 1700 ع تک ایسی نہیں تھی ۔ یہ امت ہر میدان میں اُس وقت آگے تھی جب یہودی اور عیسائی اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اور اندھے عقیدوں میں گھرے ہوے تھے ۔ ہر میدان میں دنیا ہماری رہنمائی کی محتاج تھی ۔ پھر ایسا کیا ہو گیا کہ مسلمانوں نے اپنے معلم ہونے کا رول بھلا دیا اور ہر میدان میں دوسروں کے محتاج ہو گئے ۔کون ہیں اس کے ذمہ دار، کیا میں اور آپ نہیں ہیں؟ آج لوہار کی امت تعلیم ، سائنس اور ایجادات کے میدان میں سب سے آگے ہیں ۔ دوسرے نمبر پر چرواہے کی امت ہے اور سب سے آخر نمبر آتا ہے معلم کی امت کا ۔ایسا کیوں ہے؟ آج ہر میدان میں جو جدید مشینری استعمال ہو رہی ہے، جو نئے ہتھیار بن رہے ہیں، جو نئے انجکشن اور دوا بن رہی ہے اور جو ریسرچ ہو رہا ہے وہ سب غیر مسلموں کی دین کیوں ہے ، مسلمانوں کی کیوں نہیں ۔افسوس عربوں کی حالت پر ہوتا ہے جن کی ہم تہہ دل سے عزت کرتے تھے ۔اللہ نے دولت کیا دی وہ دیوانگی میں مبتلا ہو گئے ، عام مسلمان عربوں کے پاس تیل کی دولت دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے مگر سچائی یہ ہے کہ ان کی گھریلو پیداوار اور جی ڈی پی فرانس سے کم ہے اور اٹلی سے بھی کم ہے ۔ یہ بیوقوف یوروپ اور امریکہ کو کروڑوں ڈالر دے کر زنگ آلود ہتھیار خریدتے ہیں ۔ نہ وہ ہتھیار چلانے میں ماہر ہیں اور نہ ہی کوئی ان کا دشمن ہے جس پر ان ہتھیاروں کو استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ پھر بھی ہر دو تین سالوں میں ایک مرتبہ کروڑوں ڈالر کے ہتھیار خرید کر یوروپ اور امریکہ کی مدد کرتے ہیں ۔ ہیں نہ بیوقوف؟ دنیا کے چالاک اور دھوکے باز ممالک عربوں کے سامنے ایران کو ان کا دشمن بتا کر انہیں لوٹ رہے ہیں ۔اگر عرب ممالک دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ دنیا بھر سے اعلی تعلیم یافتہ انجینرس ، ڈاکٹرس ، ماہر تعلیم اور الگ الگ میدان سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو اپنے ممالک میں بلا کر مقیم ہونے کی دعوت دیں اور انہیں شہریت دیں ۔ یہ کام یوروپی ممالک اور امریکہ میں 150 سالوں سے شروع ہو گیا ہے اور ریسرچ پر اپنی کافی دولت خرچ کر رہے ہیں ۔اگر عرب ممالک میں ایسا ہوا تو صرف اور دس سالوں میں عرب ممالک یوروپی ممالک کے کندھے سے کندھا لگا کر چل سکتے ہیں ۔مگر عرب ممالک سنے تب نا۔ ہم لوگوں کی اکثریت کی طرح عرب بھی اپنے آپ کو دنیا کے عقلمند ترین اور مطالعہ ، مشاہدہ اور تجربہ میں خود کو ماہر سمجھتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نہ دوسروں کی لکھی ہوی کتابیں اور مضامین پڑھتے ہیں اور نہ ہی ان کی نصیحتوں پر دھیان دیتے ہیں ۔ نہ جانے ہم مسلمان کب اپنی کمزوریوں کو سمجھیں گے اور کب جاگیں گے؟ یوروپ اور امریکہ کی لائبریوں کو دیکھو اور وہاں پڑھنے والوں کی تعداد دیکھو اور مسلم ممالک کو دیکھو تو پتہ چل جائے گا کہ ہم کہاں ہیں اور وہ کہاں ہیں۔

افغانستان اور لڑکیوں کی تعلیم

اسلام میں تعلیم کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والی پہلی وحی کی پہلی آیت ہی پڑھنے کا حکم کرتی ہے۔تعلیم ایک ایسا میزان ہے جس سے انسان اور حیوان میں فرق واضح ہوتا ہے۔علم کی روشنی سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔زندگی کے لازمی جز تعلیم کا حاصل کرنا ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ بچوں کو اچھی تعلیم دلانا ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔علم دین اللہ کی رضا کا سبب، بخشش و نجات کا ذریعہ اور جنت میں داخلے کا راستہ ہے۔کہا بھی گیا ہے کہ وہ شخص سب سے اچھا ہے، جو قرآن پاک سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس میں علم حاصل کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی قوم یا ملت کی آنے والی نسلوں کی مذہبی اور ثقافتی تربیت کرنے اور اسے ایک مخصوص قومی اور ملی تہذیب وتمدن سے بہرہ ور کرنے میں خواتین نے ہمیشہ بنیادی کردار ادا کیا ہے۔عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی شکل میں اپنی ذات سے وابستہ ہر فرد پر کسی نہ کسی طرح لازمی اثر انداز ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اسلام میں معاشرے کا اہم فرد بنانے کے لیے خاتون کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی گئی ہے۔کئی مسلم ممالک میں خواتین کی دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کو بھی خاصی اہمیت حاصل ہے۔کافی تعداد میں لڑکیاں اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ ہو کر ملک وقوم کی خدمات انجام دے رہی ہیں، تو 20 دسمبر 2022 کو افغانستان وزیر برائے تعلیم ندا محمد ندیم کی جانب سے سرکاری اور نجی اسکولوں کو دستخط شدہ مراسلہ جاری کر کے طالبات کی عصری تعلیم پر پابندی لگا دی گئی ہے۔اگست 2021 میں طالبان کے افغانستان میں دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد پورے ملک میں اسلامی اسکولوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ثانوی اسکولوں پر پابندی کی بنا پر لڑکیوں کا اسکول جانا بند ہو گیا ہے۔ان کے سامنے تعلیم چھوڑنے یا پھر مدارس کا رخ کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔نوعمر طالبات دینی تعلیم کے لیے مدارس جانے پر مجبور تو ہیں ہی، کافی افسردہ بھی ہیں۔ان کی ریاضی، سائنس اور ادب کی تعلیم ختم ہو چکی ہے۔ والدین کی رائے ہے کہ بیٹیوں کو گھر میں خالی بیٹھنے کے بجائے مذہبی تعلیم کے تحت عربی اور قرآن پاک سیکھنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی نے کابل اور قندھار کے تین مدرسوں کا دورہ کرنے کے بعد اساتذہ کے حوالے سے بتایا کہ وہاں پڑھنے والی طالبات کی تعداد گزشتہ برس کے مقابلے دوگنی ہو گئی ہے۔بعض عہدے داروں کا کہنا ہے کہ افغانستان کے سپریم لیڈر ہیبت اللہ اخوندزادہ اور ان کے مذہبی مشیروں کا اندرونی حلقہ لڑکیوں اور خواتین کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اصل وجہ ملک کے اعلی رہنما کے ذریعہ اسلامی امارت کی بنیاد شریعت کو قرار دینا ہے۔اس بابت اعلی حکام نے لڑکیوں کے اسکول یا یونیورسٹی جانے پر لگائی پابندی کے کئی جواز پیش کرتے ہوئے مدارس میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کلاسیز اور اسلامی یونیفارم کی حمایت کی ہے۔ بین الاقوامی برادری کے ساتھ تعطل کی بنیادی وجہ تعلیم ہی ہے، جو لڑکیوں اور خواتین کی آزادی کو ختم کر رہی ہے۔ یہ قدم اس صورت میں اٹھایا گیا ہے، جب کوئی ملک طالبان کی حکومت کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔مدارس کی تعلیمی قدر شدید بحث کا شکار ہے۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ وہ بالغان کو فائدہ مند روزگار کے لیے ضروری ہنر فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ حالات کے پیش نظر جدید تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ عالم اسلام کو پستی سے بچانے کے لیے جدید تعلیم کو ترجیح دی جانی چاہیے۔کابل کے مضافات میں واقع مدرسے کو لڑکے اور لڑکیوں کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان رابطہ منقطع ہونے کو یقینی بنانے کے لیے کلاسوں کے اوقات بھی مختلف رکھے گئے ہیں۔ حالانکہ طالبان تحریک کے سربراہ ہیبت اللہ اخوندزادہ کے لڑکیوں کے لیے کالج اور یونیورسٹیوں کے دروازے بند کرنے کے فیصلے سے سب اتفاق نہیں کرتے۔ وزیر داخلہ سراج الدین حقانی نے چھٹی جماعت سے اوپر کی لڑکیوں کی تعلیم معطل کرنے کے معاملے کو عارضی قرار دیا ہے۔ 17 مارچ 2023 کو علمائے کرام کے وفد کے ساتھ ملاقات میں سراج الدین حقانی نے کہا کہ تحریک اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ اسلام نے مرد وخواتین کے لیے تعلیم حاصل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے۔ کچھ وزرا نے سپریم لیڈر ہیبت اللہ اخوندزادہ کو خط لکھ کر لڑکیوں کی تعلیم اور خواتین کے کام پر لگی پابندی پر نظر ثانی کرنے کو کہا بھی تھا، لیکن انہوں نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا۔ان کا کہنا تھا، اگر آپ ثابت کر دیں کہ اسلام 12 برس سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے، تو میں لڑکیوں کی تعلیم اور خواتین کو کام کرنے کی اجازت دے دوں گا۔ دوسری جانب وزیر داخلہ سراج الدین حقانی کا کہنا تھا کہ اگر مارچ 2023 میں اگلے تعلیمی سال کے آغاز میں تعلیم کی واپسی، وزارتی اور عسکری تقرریوں اور برطرفیوں میں ہیبت اللہ اخوندزادہ کی مداخلت کو روکنے کے معاملے میں کوئی فیصلہ جاری نہیں کیا گیا اور حکومت کے لیے شوری کونسل کی تشکیل نہیں کی گئی، تو وہ طالبان سربراہ اور اپنے قریبی رہنماؤں پر کھلے عام تنقید کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ بتاتے چلیں کہ ہرات شہر میں خواتین کے لیے مخصوص دو شاپنگ مال کھول دیے گئے ہیں۔مالز میں دکاندار اور خریدار دونوں خواتین ہیں۔ان شاپنگ مالز میں اہل خانہ کے بغیر مردوں کا داخلہ منع ہے۔ ملک میں جاری معاشی بحران کو دیکھتے ہوئے مالز میں کاروبار شروع کرنے والی خواتین کا چھ مہینے کا کرایہ معاف کرنا قابل تحسین ہے، لیکن یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب اسلامی نظریہ سے 12 سال سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی کے سبب ان کی اسکول اور یونیورسٹی کی تعلیم پر قدغن لگا دیا گیا، تو پھر تمام عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کے گھر سے باہر نکل کر مالز میں خرید وفروخت اور کام کرنے کو کس طرح جائز ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ اس کے علاوہ یہ بات بھی حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ مدرسوں میں پڑھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک دوسرے کے رابطے میں آنے سے روکنے کے لیے ان کی کلاسیں اور اوقات تک علیحدہ رکھنے والی طالبانی حکومت کے ذریعہ خواتین کے لیے مخصوص مالز میں مردوں کو اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ جانے کی اجازت کیوں دی گئی ہے؟ کیا اس سے مرد وخواتین کے درمیان رابطہ کے امکان ختم ہو جائیں گے؟ واضح رہے کہ افغانستان میں دوبارہ برسراقتدار آنے والے طالبان نے خواتین کی تعلیم سمیت کئی معاملوں میں نرمی کا مظاہرہ کیا تھا، لیکن عالمی تنقید کے باوجود دوبارہ اسی انتہا پسندی کی طرف لوٹ گئے، جس کا مظاہرہ اپنے پہلے دور اقتدار میں 1996 سے 2001 کے دوران کیا گیا تھا۔خواتین کو بہت سی سرکاری نوکریوں سے نکال دیا گیا ہے یا انہیں گھر پر رہنے کے لیے کم تنخواہ دی جا رہی ہے۔لڑکیوں کی تعلیم سمیت خواتین پر مختلف پابندیاں عائد کرنے پر عالمی برادری کی جانب سے طالبان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ تعلیم نسواں کے ایشو پر طالبان سربراہ ہیبت اللہ اخوندزادہ کے فیصلے کے خلاف آواز اٹھنے لگی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ دو حصوں میں تقسیم نظر آتے طالبان کے حتمی فیصلے سے لڑکیوں کے لیے ثانوی تعلیم کے دروازے پھر سے کھل پاتے ہیں یا نہیں۔

اسرائیل اور اکثریتی نظام

اسرائیل کی پارلیمنٹ، دی نیسیٹ، ایک پارلیمانی بل پیش کیا جو قانون سازوں کو ایسے قوانین پاس کرنے کی اجازت دے گا جسے سپریم کورٹ تبدیل نہیں کرسکتا۔ بنجمن نیتن یاہو اوران کے اتحادیوں نے مجوزہ عدالتی بل کو قانون سازی کا ایک اہم حصہ قرار دیا ہے، لیکن اس نے ملک کو دو گروپوں میں تقسیم کردیا ہے۔ پہلا جو کہ نیتن یاہو کی قیادت میں اسرائیل کو مکمل اکثریتی نظام میں تبدیل کرنا چاہتا ہے جبکہ دوسرا گروپ اسرائیل کو ایک جمہوری نظام کے تحت چلانا چاہتا ہے۔

نیا بل جس کا مقصد سپریم کورٹ کو کمزور کرنا تھا، پہلی ریڈنگ میں ہی پاس ہوگیا، جس کے ساتھ ایک اور بل جو وزیراعظم کو ان کے عہدے سے برطرف ہونے سے بچاسکتا ہے، اور تیسرا جو شمالی اسرائیل میں مزید بستیوں کی اجازت دے گا۔ یہ تینوں قوانین پہلے قانون کے خلاف مہینوں کے احتجاج کے باوجود منظور کیے گئے ہیں۔ نیسیٹ نے 14 مارچ کی صبح کے اوائل تک کام کیا تاکہ بل کی پہلی ریڈنگ کو منظور کیا جاسکے، جو وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو اوران کی انتہائی دائیں بازو کی جماعت اور انتہائی آرتھوڈوکس مذہبی جماعتوں کے حکومتی اتحاد کی اہم ترجیحات میں سے ایک رہا ہے۔

متنازعہ بل:

اس سے قبل، پیر کی رات، نیتن یاہو کی ایک اور جیت میں، پارلیمنٹ نے ایک اور بل بھی پیش کیا جس کے تحت وزیراعظم کو بدعنوانی کے الزامات کی بنا پر ہٹانا مشکل ہوجائے گا۔ یہ نیا بل پارلیمنٹ کو صرف جسمانی یا ذہنی وجوہات کی بنا پر کسی وزیراعظم کو حکومت کرنے کے لیے نااہل قرار دینے کی اجازت دے گا اور موجودہ قانون کی جگہ لے گا جو عدالت یا پارلیمنٹ کو دیگر حالات میں یعنی بدگمانی اور رشوت کے الزام کی بنا پر پارلیمانی رہنما کو ہٹانے کی اجازت دیتا ہے۔ نئے بل کو حکومت کے تین چوتھائی حصے کی منظوری درکار ہوگی، اور وزیراعظم اسے مسترد کرنے کا حق اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ وزیراعظم کی برطرفی کی نگرانی کرنے والے قوانین میں مجوزہ تبدیلی نیتن یاہو کے لیے ذاتی اہمیت کی حامل ہے، جو چار سال سے بھی زیادہ عرصے سے اسرائیل کے پانچویں انتخابات کے بعد گزشتہ سال کے آخر میں دوبارہ اقتدار میں واپس آئے تھے۔ ان پر دھوکہ دہی، اعتماد کی خلاف ورزی اور رشوت لینے کے الزامات کے تحت مقدمہ چل رہا ہے جبکہ وہ ان الزامات سے انکار کرتے ہیں۔ یہ قانونی کارروائی تقریبا گزشتہ تین سال سے جاری ہے۔

ایک اور بل جس نے پہلی ریڈنگ پاس کی تھی، شمالی مقبوضہ مغربی کنارے میں مزید بستیوں کی اجازت دے گا، جس سے اسرائیلی قانون کے تحت بھی غیر قانونی سمجھی جانے والی بستیوں کو قانونی حیثیت دی جائے گی۔ یہ ووٹنگ صرف چند ہفتوں کے بعد سامنے آئی ہے جب گزشتہ ماہ اسرائیلی آباد کاروں نے ایک فلسطینی قصبے میں گھس کر ایک شخص کو ہلاک اور درجنوں گھروں اور کاروں کو آگ لگا دی تھی۔ مقبوضہ مغربی کنارے اور مشرقی یروشلم میں بستیوں کو بین الاقوامی قوانین کے تحت پہلے ہی غیر قانونی تصور کیا جاتا ہے۔ اسرائیل کے فلسطینی شہری، جو آبادی کا تقریبا 20 فیصد ہیں، احتجاجی مظاہروں سے زیادہ تر غیر حاضر رہے ہیں، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اسرائیل میں امتیازی سلوک کا شکار ہیں اور مقبوضہ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی کی ناکہ بندی میں فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیل کے سلوک کی وجہ سے، کیونکہ ان کا یہ ماننا ہے کہ موجودہ حالات میں اسرائیلی حکومت ان کے کسی بھی احتجاج سے اثرانداز نہیں ہوسکتی۔

اسرائیلیوں نے اس سال اسرائیل کی نئی حکومت کے تحت کم از کم 70 فلسطینیوں کو ہلاک کیا ہے، جن میں سے اکثر اسرائیلی فوجی چھاپوں کے دوران ہلاک ہوئے۔ اس سے پہلے ایک سال کے دوران مقبوضہ مغربی کنارے میں ہلاک ہونے والے فلسطینیوں کی کل تعداد 220 سے زائد تھی۔ یہ اقدامات مسٹر نیتن یاہو کے اتحاد کی طرف سے اسرائیل کے قانونی نظام کو تبدیل کرنے کے سلسلے میں تازہ ترین کوششیں ہیں۔ وزیراعظم اور ان کے اتحادیوں کا کہنا ہے کہ اس کوشش کا مقصد ایک متحرک عدالتی نظام قائم کرنا ہے۔ جبکہ ناقدین کا کہنا ہے کہ اس مہم سے ملک کے جمہوری چیک اینڈ بیلنس کو نقصان پہنچے گا، سپریم کورٹ کو نقصان پہنچے گا، اور طاقت مسٹر نیتن یاہو اوران کی پارلیمانی اکثریت کے ہاتھ میں مرکوز ہوجائے گی۔

پیر کو اپنی لیکوڈ پارٹی کے ارکان سے بات کرتے ہوئے نیتن یاہو نے اسرائیلی میڈیا پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان کے خلاف جعلی خبروں کا نہ ختم ہونے والا سونامی نشر کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کو دہرایا کہ قانونی تبدیلیوں سے اسرائیلی جمہوریت مضبوط ہوگی۔ ہمیں ان جذبات کی بازگشت کہیں اور بھی سننے کو مل سکتی ہے، کیونکہ وہاں پر بھی موجودہ حکومت دیگر جمہوری اور آئینی اداروں کو یکے بعد دیگرے کمزور کرکے اپنی حکومت اور ملک کے نظام کو ایک اکثریتی نظام میں تبدیل کرنے کے راستے پر چل رہی ہے۔

نیتن یاہو اوران کے الٹرا نیشنلسٹ اور مذہبی اتحاد کے اتحادیوں نے گزشتہ دو ماہ کے دوران دسیوں ہزار اسرائیلی مظاہرین کے مظاہروں کے باوجود قانونی تبدیلیوں کے ساتھ آگے بڑھنے کا عہد کیا ہے۔ اسرائیل کے کاروباری رہنما، قانونی ماہرین اور ریٹائرڈ فوجی رہنما بھی عدالتی تبدیلی کے خلاف مظاہروں میں شامل ہوگئے ہیں، اور اسرائیلی فوج کے ریزروسٹ فوجیوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر یہ بل قانون کی شکل اختیار کرلیتا ہے تو وہ ڈیوٹی کے لیے رپورٹنگ کرنا بند کردیں گے۔ حزب اختلاف کی رکن قانون ساز اورنا باربیوائی نے کہا کہ یہ بل بے عزتی ہے، جو کہتا ہے کہ وزیر اعظم قانون سے بالاتر ہیں۔

بروکنگز انسٹی ٹیوٹ کے سینٹر فار مڈل ایسٹ پالیسی کے ڈائریکٹر نتن ساکس نے اس قانون سازی کو ریاست کے آئینی ڈھانچے میں اب تک کا سب سے دوررس انقلاب قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق یہ تجویز اسرائیل میں ایگزیکٹو اور قانون سازی کے اختیارات پر واحد چیک کے طور پر سپریم کورٹ کے کردار کو ختم کردے گی۔ مختصرا، وہ کہتے ہیں، نیتن یاہو کے نئے اسرائیل میں، سب سے کم اکثریت کے ساتھ حکومت کوئی بھی فیصلہ کرسکتی ہے، اور یہ خالص، بے لگام اکثریت پسندی ہے۔ اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق وولکر ترک نے کئی خدشات کا اظہار کیا ہے، جو کہ قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق اور عدالتی آزادی کے دفاع کے لیے عدلیہ کے متحرک ہونے کے لیے سنگین خطرہ بن سکتے ہیں۔ انہوں نے ان تبدیلیوں کو ملک کے دیرینہ آئینی ڈھانچے کے مرکز میں کی جانے والی تبدیلیوں کے طور پر بیان کیا۔ اسرائیلی اپوزیشن بھی بل کے خلاف آڑے آگئی، اپوزیشن لیڈر یائر لاپڈ نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کے مستقبل اور اپنے ملک کے مستقبل کے لیے لڑرہے ہیں۔ ہم ہار ماننے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ترقی پذیر ٹیک سیکٹر کے رہنماؤں نے متنبہ کیا ہے کہ عدلیہ کو کمزور کرنا سرمایہ کاروں کو اسرائیل میں سرمایہ کاری کرنے سے دور کرسکتا ہے۔ امریکی سفیر ٹام نائیڈز نے ایک پوڈ کاسٹ میں کہا کہ اسرائیل کو قانون سازی پر بریک لگانا ضروری ہوگیا ہے اور ایسی اصلاحات پر اتفاق رائے حاصل کرنا چاہیے جس سے اسرائیل کے جمہوری اداروں کا تحفظ ہو۔

تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے

قیصر محمود عراقی

آج کل کے دور میں زیادہ نمبر حاصل کرنے کے باوجود بھی طلبا وطالبات میں تربیت کا فقدان ہے، کیونکہ ہمارے تعلیمی ادارے اس کو چنداں اہمیت نہیں دیتے، مہینے میں ایک آدھ بار ٹیچرز کے لئے تربیتی نشست رکھنے سے تربیت نہیں ہوجاتی۔ میرے خیال میں تربیت تو تعلیم سے زیادہ ضروری ہے، تعلیم فقط آپ کو ڈگری دیتی ہے جبکہ تربیت آپ کو ایک کامیاب انسان بناتی ہے۔ ہوسکتا ہے اچھی ڈگری حاصل کر کے آپ کو اچھی ملازمت مل جائے مگر آپ کبھی بھی معاشرے کے لئے فائدہ مند انسان نہیں بن سکتے اگر آپ کی تربیت اچھی نہیں ہوئی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ پیسہ کمانے والا شخص ہی کامیاب اور معاشرے کے لئے فائدہ مند ہوسکتا ہے، اصل کامیاب لوگ وہ ہیں جو معاشرے کی سوچ بدل دیتے ہیں۔ مال ودولت کو تو چوری کیا جاسکتا ہے مگر اچھی سوچ پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے، معاشرے میں تبدیلی صرف اچھی سوچ سے آتی ہے۔

یادرکھیں ! تعلیم صرف آپ کی دماغی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے مگر اچھی اور عمدہ تربیت آپ کی روحانی اور معاشرتی صلاحیتوں میں اضافہ کرتی ہے اور آپ کو کامیاب بناتی ہے اور آپ کی ذات کے ساتھ ساتھ معاشرے کو بھی فائدہ بہم پہنچانے کا سبب بناتی ہے۔ تربیت ہمارے لئے کوئی الگ موضوع نہیں، بچوں کو قرانی آیات پڑھانے اور چند حدیثیں اور دعائیں یاد کروانے کو ہی تربیت کا نام دیا جاتا ہے، اسکول کی اسمبلی میں گولڈن ولڈز پڑھنا تربیت نہیں، اصل تربیت تو ان پر عملی پیرا ہونا ہے۔

بڑوں کی عزت واحترام کرنا کبھی بھی کتابیں پڑھنے سے نہیں آتا بلکہ جب آپ دوسروں کو بڑوں کا ادب احترام کرتا دیکھتے ہیں تبھی آتا ہے۔ بچے عمل سے سیکھتے ہیں، جس چیز کا عملی مظاہرہ بچوں کے سامنے کیا جاتا ہے وہ ان کے ذہنوں پر نقش ہوجاتا ہے اور وہ چاہتے نہ چاہتے ان پر عمل پیرا ہوجاتے ہیں۔ اگر گھر میں کسی بچے کی زبان سے کوئی نازیبا بات ادا ہوتی ہے تو گھر کے افراد بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ اس نے یہ سب کہاں سے سیکھا؟ گھر میں تو ایسا کوئی نہیں کہتا یا کوئی نہیں کرتا، ہوسکتا ہے اس بچے نے وہ الفاظ گلی سے گذرتے ہوئے سنے ہوں، ہوسکتا ہے کہ دو بڑے آپس میں بات کرتے ہوئے وہ الفاظ بول گئے جن کا انہیں احساس تک نہ ہو کہ بچے بھی یہ الفاظ سن رہے ہیں اور وہ یہ الفاظ برا بھی ہوسکتے ہیں۔ اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیوں بچے ہماری بات نہیں مانتے، بدتمیزی کرتے ہیں، یادرکھیں ! بچے ہمیشہ وہی کرتے ہیں جو وہ دیکھتے ہیں، جو خوبیاں آپ بچوں میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ خوبیاں پہلے خود میں پیدا کرلیں۔

بڑے بزرگ فرماتے ہیں کہ برتن میں جو ڈالیں گے وہی نکلے گا، دودھ ڈالینگے تو دودھ نکلے گا اور پانی ڈالینگے تو پانی نکلے گا، پانی ڈال کر دودھ نکلنے کی امید رکھنا تو غلط ہے۔ ہم اپنے اعمال پر تو غور کرنا نہیں چاہتے لیکن ہمیں اولاد دفرمانبردار اور دودھ کی دھلی چاہیئے، یہ کیسے ممکن ہے۔ ایک ماں اپنے بچوں کو لیکر حضور ﷺ کے پاس گئی اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ بچہ میٹھا بہت کھاتا ہے آپ اسے منع کردیں ، آپ نے فرمایا ! اسے میرے پاس اگلے ہفتے لیکر آنا، جب عورت اپنے بچے کو لیکر گئی تو آپ ﷺ نے بچے کو پاس بلا کر پیار کیا اور پھر پیار سے کہا کہ بیٹا میٹھا زیادہ نہ کھایا کرو، عورت کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ یہ بات اسے پچھلے ہفتے بھی کہہ سکتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے میں بھی میٹھا بہت کھاتا تھا اگر میں اس دن یہ کہہ دیتا تو شاید بچے پر اثر نہ ہوتا، اس ایک ہفتے میں میں نے اپنے اس عادت پر قابو پایا اور پھر میں نے بچے کو نصیحت کی تاکہ اس پر میری بات کا زیادہ اثر ہوسکے۔ جب آپ کے قول وفعل میں تضاد ہوگا تو آپ کی بات میں اثر باقی نہیں رہے گا۔ اسی طرح ہمیں ایک اچھا مسلمان بننا چاہیئے ، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اگر ہم اس کی تعلیمات پر درست انداز میں عمل کریں تو ہم زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

مگر آج افسوس اس بات پر ہے کہ غیر مسلم ہمارے اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگیاں گذار رہے ہیں جب کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے۔ چھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، وعدہ خلافی کرنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا ، رشوت ستانی، سفارش، کم تولنا، چیز بیچتے وقت اس میں موجود نقص سے آگاہ نہ کرنا اور اس طرح کی بے شمار چیزیں جس کو اب ہم گناہ نہیں سمجھتے۔ یہ برائیاں ہمارے اندر کس قدر رچ بس گئیں ہے کہ اب وہ ہمیں برائیاں نہیں لگتیں، اصل بات یہ ہے کہ ہم اللہ کو بھول گئے ہیں، اگر ہم پانچ وقت باقاعدگی سے نماز پڑھیں، قرآن مجید کی روزانہ تلاوت کریں اور اس کے معانی تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے دل میں خوفِ خدا رکھیں تو ہم ان برائیوں کے قریب بھی نہیں جائینگے۔ آزمائش شرط ہے، جب کسی چیز کا بار بار اعادہ کرتے ہیں تو وہ چیز ہمیں بھولتی نہیں، یہی صورت حال نماز کی ہے پانچ وقت نماز ہمیں اللہ کے قریب لیکر جاتی ہے، لیکن کیا بتاؤں کہ آج کل ہم لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے بھی وجہہ یا سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بے سبب عبادت کریں، عبادت تو فرض ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نماز پڑھ کر امتحان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی سوچ سراسر غلط ہے، جس عبادت میں اللہ کی خوشنودی مطلوب نہیں اس عبادت کا کوئی فائدہ نہیں، اگر آپ اللہ کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھوگے تو اللہ کے ہاں صلہ بھی زیادہ ملے گا اور تمام قسم کے امتحانوں میں کامیابی بھی ملے گی۔ الغرض تربیت کی اصل جگہ ہمارا گھر ہے جہاں ہم لوگ دن کا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داری والدین اور اساتذہ دونوں پر ہے۔ کسی ایک کو مورد الزام ٹھہرانا غلط ہے، والدین اور اساتذہ دونوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے ، صرف تعلیم پر زور دینے کی بجائے تربیت پر بھی مساوی توجہہ دینی ہوگی، امتحان میں اچھے نمبر لے لینا ہی کامیابی نہیں بلکہ کامیاب وہی ہے جو اچھا انسان بھی ہے۔ اگر معاشرے میں اچھے انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوجائے۔

جنگی قوانین اور اسرائیل

ڈاکٹر محمد ضیاءاللہ

غزہ میں جاری اسرائیلی جنگ سے ہر روز وہاں تباہی مچ رہی ہے۔ اسرائیل اپنے بمبار طیاروں سے صرف وہاں کی عمارتوں، اسکولوں، سڑکوں، اسپتالوں اور دیگر بنیادی سہولتوں کو ہی تباہ نہیں کر رہا ہے بلکہ ہزاروں فلسطینیوں کو بھی بہیمانہ ڈھنگ سے شہید کر کے تمام جنگی قوانین کو بے معنی بنا رہا ہے۔ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے قتل کی سیاست پر عمل کرنا اسرائیل کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اپنے قیام کے اول دن سے ہی اسرائیل اس پالیسی پر گامزن رہا ہے۔ کتنے ہی معروف فلسطینی قائدین کو اسرائیل نے اپنی اسی پالیسی کے تحت قتل کر کے ختم کر دیا۔ ان فلسطینی قائدین میں انجبھہ الشعبی لتحریر فلسطین کے کرشمائی لیڈر غسان کنفانی، فتح سے وابستہ مشہور فلسطینی لیڈر خلیل ابراہیم الوزیر) ابو جہاد (، حماس کے بانی وموسس شیخ احمد یاسین اور الجہاد الاسلامی کے قائد فتحی الشقاقی جیسی اہم ترین شخصیات شامل ہیں۔ اعلی قائدین کو نشانہ بنا کر راستہ سے ہٹانے کی یہ رفتار 70 کی دہائی میں نسبتا کم تھی کیونکہ اس پوری دہائی میں شہید کئے گئے فلسطینی قائدین کی تعداد 14 تک پہنچی تھی۔ نئی صدی کی پہلی دہائی تک یہ تعداد 150 سے بھی متجاوز کر گئی تھی۔ جنوری 2020 سے اب تک 24 کی تعداد مکمل ہو چکی ہے۔ وکیپیڈیا پر تو باضابطہ ایک صفحہ اس کے لئے خاص ہے جس میں اسرائیل کی اس شرمناک حرکت کو اس کی کامیابی کی فہرست کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس فہرست کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس میں شہید کئے جانے والے ممتاز فلسطینی قائدین کے اسما کا تو ذکر ہے لیکن اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے کہ ایک فلسطینی لیڈر کو شہید کرتے وقت اسرائیل نے ان کے ساتھ کتنے معصوم بچوں، عورتوں اور مریضوں تک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسرائیل کی اس بدکرداری اور بداخلاقی کو سمجھنے کے لئے 13 جولائی کو نتن یاہو کے ذریعہ منعقد کئے جانے والے پریس کانفرنس کو دیکھنا اور سمجھنا ہوگا۔ اس پریس کانفرنس کا انعقاد اس تناظر میں کیا جا رہا تھا کہ غزہ میں حماس کے ملٹری لیڈر محمد الضیف کے قتل کی کوشش کا جشن منایا جانا مقصود تھا۔ اسرائیل نے اس سے چند گھنٹے قبل ہی خان یونس کے المواصی کیمپ پر جنگی جہازوں اور ڈرونز سے حملہ کر کے چند منٹوں کے اندر ہی 90 سے زائد عام فلسطینیوں کو شہید اور 300 معصوموں کو زخمی کر دیا تھا۔ سوشل میڈیا پر جو تصویریں نشر ہوئی تھیں ان سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر ہلاک ہونے والوں کے جسم جل کر کوئلہ بن چکے تھے اور ان کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیل نے اس حملہ کے لئے امریکی فیکٹریوں میں تیار شدہ گائیڈیڈ بموں کا استعمال کیا تھا۔ ان میں سے ہر بم کا وزن نصف ٹن بتایا گیا ہے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جہاں ایک طرف اس بے رحمی سے معصوم فلسطینیوں کا قتل کیا گیا وہیں محمد الضیف کی موت ہوئی یا نہیں اس کے بارے میں اسرائیل کو کچھ معلوم ہی نہیں ہوا۔ المواصی قتل عام کے محض چند گھنٹوں کے بعد ہی تل ابیب کی وزارت دفاع میں منعقد پریس کانفرنس کے مطابق خود نتن یاہو نے اس بات کا اعتراف کیا کہ محمد الضیف کی موت ہوئی یا نہیں اس کے بارے میں پختہ طور پر اس کو معلوم نہیں ہے۔ اس کا مطلب فلسطینیوں کی اتنی بڑی تعداد کو جنگ کے اصول کی ادنی درجہ میں بھی پرواہ کئے بغیر ہی اسرائیل نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس پر بھی نتن یاہو کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اس نے معصوموں کے قتل کو جائز ٹھہرانے کے لئے یہ کہنے کی جرات کر لیا کہ حماس کے لیڈروں کے قتل کی صرف کوشش سے بھی دنیا کو یہ پیغام جائے گا کہ حماس کے پاس گنتی کے چند دن ہی بچے ہیں۔ نتن یاہو اپنے اس بیان کے ذریعہ اپنے من کا وہم دور کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اسرائیل کے ذریعہ نشانہ لگا کر شہید کئے جانے والے فلسطینی قائدین کی فہرست پر ایک اچٹتی نگاہ بھی ڈال لیتے تو انہیں اندازہ ہو جاتا کہ حماس کے سیاسی قائدین احمد یاسین اور عبدالعزیز الرنتیسی اور ان کے ملٹری لیڈران یحیی عیاش اور صلاح شحادہ کی شہادت سے اس تحریک کی طاقت پر کوئی اثر تک نہیں پڑا۔ اس کے برعکس حماس کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوا اور اس سے وابستہ ہو کر فلسطین کی آزادی کا مقصد حاصل کرنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی۔ آج حماس کی بسالت و جوانمردی اور قوت دفاع کا عالم یہ ہے کہ دس مہینے گزر جانے کے باوجود بھی اسرائیل جس کو اس خطہ کی سب سے طاقت ور فوج ہونے کا زعم ہے ابھی تک اپنا کوئی ہدف پورا نہیں کر پایا ہے اور عام شہریوں کا قتل عام کر کے پوری دنیا میں اپنی رسوائی کا سامان خود پیدا کر چکا ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اتنی ناکامیوں کے باوجود بھی اسرائیل برسہا برس سے فلسطینی قائدین کے قتل کی پالیسی پر کیوں گامزن ہے؟ اس کا ایک ہی معقول جواب سمجھ میں آتا ہے کہ اسرائیل کے لیڈران اپنے عوام کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے فلسطینی قائدین کے قتل کو ایک ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں خواہ نتائج مقصد کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ المواصی قتل عام کے فورا بعد ہی نتن یاہو کی پریس کانفرنس کا مقصد بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ محمد الضیف کو قتل کرنے کے لئے 13 جولائی کو جو حملہ کیا گیا تھا وہ ان پر کیا جانے والا اب تک کا یہ آٹھواں حملہ تھا لیکن وہ پھر بھی باحیات ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں جیسا کہ حماس کے ایک لیڈر نے میڈیا کو بتایا۔ ان پر کئے جانے والے ہر حملہ میں بیشمار قیمتی فلسطینی زندگیاں ختم کی گئیں ہیں ان کا بھی حساب رکھا جانا چاہئے اور اسرائیل کو اس کی سزا ملنی چاہئے تا کہ جنگی اصولوں پر کاربند رہنے کے لئے دنیا کے باقی ممالک کو بھی قائل کیا جا سکے۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے کہ جب کسی فلسطینی قائد کو قتل کرنے کے عمل میں عام فلسطینیوں کو مارا گیا ہے۔ کتائب القسام کے لیڈر صلاح شحادہ کو جب 2002 میں شہید کیا گیا تھا اس وقت بھی 15 لوگوں کو اپنی جانیں گنوانی پڑی تھیں۔ شحادہ کے ساتھ ان کی بیوی، پندرہ سالہ بیٹی اور 8 دیگر بچوں کو بھی شہید کر دیا گیا تھا۔ اس حملہ کے بعد بڑا ہنگامہ مچا تھا۔ 27 اسرائیلی پائلٹ نے غزہ پر پرواز کر کے شہریوں پر بم برسانے سے منع کر دیا تھا۔ جب پورے معاملہ کی تحقیق کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی تو بس اتنا کہہ کر پلو جھاڑ لیا گیا کہ انٹیلیجنس کی ناکامی کی وجہ سے ایسا ہوا تھا اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ عام شہری بھی حملہ کے وقت وہاں موجود تھے تو یہ حملہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن آج غزہ پر بمباری کرتے وقت تو اسرائیلی فوج اور فضائیہ کی اخلاقی حالت اتنی خستہ ہو گئی ہے کہ وہ اس پر احتجاج کرنے کے بجائے عام شہریوں کے قتل کا جشن مناتے نظر آتے ہیں۔ اسرائیل نے 2008 کے بعد ہی سے اپنی جنگی پالیسی میں تبدیلی پیدا کر لی ہے۔ اس پالیسی کے تحت اسرائیلی فوج کی حفاظت کے لئے عام فلسطینی شہریوں کا قتل جائز قرار دیا گیا ہے اور اس پر اسرائیلی فوج کو کوئی سزا بھی نہیں دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ حماس کو روکنے کے لئے جان بوجھ کر شہری ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ انہی پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ اسرائیل مسلسل عام شہریوں کا اجتماعی قتل کر رہا ہے اور اس کو جائز ٹھہرانے کے لئے یہ کہہ دیتا ہے کہ وہاں حماس کے عناصر موجود تھے۔

سائبر کرائم: احتیاط ہی واحد حل

ستیش سنگھ

ہندوستان میں سائبر کرائم میں بہت زیادہ تنوع آیا ہے۔تو ڈال ڈال، میں پات پات کی طرز پر مجرم اپنے نئے نئے طریقوں سے سائبر کرائم کو انجام دے رہے ہیں۔نئی موڈس آپر ینڈی ہے ڈیجیٹل ہاوس اریسٹ۔اس تکنیک کی مدد سے آن لائن فراڈ میں کافی تیزی آئی ہے۔مثال کے طور پر 11 مئی کو ایک بزرگ ڈاکٹر کو ڈیجیٹل طور پر ہاوس اریسٹ کرکے 45 لاکھ روپے ٹھگے گئے۔ 15 اپریل کو اندور میں ایک زوجین کو 53 گھنٹوں تک ہاوس اریسٹ کرکے رکھا گیا اور لاکھوں روپے ٹھگے گئے۔6 جولائی کو وارانسی میں 3 دنوں تک ڈیجیٹل ہاوس اریسٹ کے ذریعہ سوناپورہ کے نہار پروہت کے 28.75 لاکھ روپے ٹھگے گئے۔

آج کل آن لائن گیمنگ کے ذریعہ بھی ٹھگی کی جارہی ہے۔کوریئر، رشتہ دار، دوست کی گرفتاری وغیرہ کی دھمکی، فحش ویڈیو وغیرہ نئے نئے طریقوں سے ٹھگی کرنے کی واردات میں تیزی آئی ہے۔اسنیپ چیٹ ،فیس بک اورانسٹا گرام بھی اب ٹھگی کے وسائل بن گئے ہیں۔دوست یا رشتہ دار کی فیک پروفائل بناکر ایسی ٹھگی کو انجام دیا جارہا ہے۔ریزرو بینک آف انڈیا کی حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مالی سال 2023 میں ہندوستان میں 30,000 کروڑ روپے سے زیادہ کی دھوکہ دہی کی گئی اور گزشتہ دہائی میں ریزرو بینک آف انڈیا میں 65017 دھوکہ دہی کے معاملات درج ہوئے۔ یہ اعداد وشمار یقینی طور پر خوفزدہ کرنے والے ہیں۔

حالیہ برسوں میں کال فارورڈنگ کے ذریعہ سائبر کرائم کرنے کے واقعات میں قابل ذکر اضافہ ہوا ہے۔ٹیلی کام کمپنیاں صارفین کو کال فارورڈنگ کی سہولت دیتی ہیں، جس کے تحت کال اور ایس ایم ایس کو فارورڈ کیا جاتا ہے۔ اس سہولت کا استعمال صارف تک کرتے ہیں، جب میٹنگ یا کسی ضروری کام میں مصروف ہوتے ہیں، تاکہ کوئی ضروری کال مس نہ ہو۔اس کے ذریعہ اسکیمر کال کرکے صارفین کو یہ کہتا ہے کہ ہم آپ کی ٹیلی کام پرووائڈر کمپنی سے بول رہے ہیں۔ہم نے نوٹس کیا ہے کہ آپ کے نمبر پر نیٹ ورک کا مسئلہ ہے۔ پریشانی کو دور کرنے کے لیے آپ کو اسٹار 401 ہیش ٹیگ نمبر ڈائل کرنا ہوگا۔ یہ نمبر ڈائل کرنے کے بعد صارف کو انجان نمبر پر کال کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔جیسے ہی صارف کال کرتا ہے، اس کے سبھی کال اور میسیجز اسکیمر کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ محققین کی ایک بین الاقوامی ٹیم نے حال ہی میں ورلڈ سائبر کرائم انڈیکس تیار کیا ہے، جس کے مطابق سائبر کرائم کے معاملات میں ہندوستان دنیا میں 10 ویں مقام پر ہے۔اس انڈیکس میں 100 ممالک کو شامل کیا گیا ہے۔اس کے مطابق سائبر کرائم کے معاملات میں روس سرفہرست ہے، جبکہ یوکرین دوسرے، چین تیسرے، امریکہ چوتھے، نائیجیریا پانچویں، رومانیا چھٹے اور شمالی کوریا ساتویں مقام پر ہے۔گزشتہ کچھ برسوں سے گوگل سرچ انجن پر لوگ اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کررہے ہیں۔اس طرح کی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹھگ فینس پیمنٹ ایپ جیسے گوگل پے، فون پے، پے ٹی ایم کے نام سے اپنا نمبر انٹرنیٹ پر محفوظ کررہے ہیں جس کی وجہ سے خود سے لوگ ہیکرس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

اب تو براوزر ایکسٹینشن کی ڈاون لوڈنگ کے ذریعہ بھی سائبر کرائم کیے جارہے ہیں۔یہ کام وائرس کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔پبلک چارجر پورٹ کے ذریعہ سے بھی موبائل اور لیپ ٹاپ وائرس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔کروم، موزیلا وغیرہ براوزر کے ذریعہ کیے گئے آن لائن لین دین براوزر کے سرور میں محفوظ ہوجاتے ہیں، جنہیں سیٹنگ میں جاکر ڈیلیٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن لاعلمی کی وجہ سے لوگ ایسا نہیں کرتے ہیں اور اس کا فائدہ سائبر ٹھگوں کو مل جاتا ہے۔فشنگ کے تحت کسی بڑی یا معروف کمپنی یا پھر یوزر کی کمپنی کا فیک ویب سائٹ بناکر، جس کی شکل اصلی ویب سائٹ جیسی ہوتی ہے سے دلکش میل کیے جاتے ہیں، جس میں مفت میں مہنگی چیزیں دینے کی بات کہی گئی ہوتی ہے۔موبائل کے استعمال میں اضافہ کے بعد ہیکرس ایس ایم ایس یا واٹس ایپ کے ذریعہ بھی آفر والے میسیج بھیجتے ہیں، جن میں میل ویئر پر مشتمل ہائپر لنک دیا ہوتا ہے۔میل ویئر، کمپیوٹر یا موبائل یا ٹیب میں انسٹال سافٹ ویئر کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ یوزر کی مالی معلومات جیسے ڈیبٹ یا کریڈٹ کارڈ کی تفصیل، ان کے پاسورڈ، او ٹی پی، موبائل نمبر، ایڈریس، بینک اکاونٹ نمبر، تاریخ پیدائش وغیرہ چوری کرلیتا ہے۔یہ یوزر کی معلومات کے بغیر اس کے ای- میل اکاونٹ سے دوسرے کو فرضی ای- میل بھی بھیج سکتا ہے اور اس کے ذریعہ ٹھگی کرنے کے ساتھ ساتھ حساس معلومات غلط لوگوں کو فروخت بھی کی جاسکتی ہیں۔ساتھ ہی ساتھ، اس کی مدد سے کسی کے سماجی وقار کو بھی داغدار کیا جاسکتا ہے۔

آج کل سائبر کریمنل فون کالس یا ایس ایم ایس کے ذریعہ لوگوں کو بغیر قرض لیے ہی قرض دار بتاکر ان سے پیسوں کی وصولی کررہے ہیں۔ایسی بلیک میلنگ چھوٹی رقم مثلا 2000 سے 5000 روپے کے لیے زیادہ کی جارہی ہے، تاکہ معاشی طور پر کمزور لوگ پولیس سے شکایت نہیں کریں۔لون ریکوری ایجنٹ یہ دھمکی دیتے ہیں، آپ نے ہم سے قرض لیا ہے اور اگر 3-2 دنوں میں پیسے واپس نہیں کریں گے تو آپ کی قابل اعتراض تصاویر وائرل کردی جائیں گی یا آپ کے رشتہ داروں یا ساتھ میں کام کرنے والوں کے ساتھ شیئر کردی جائیں گی اور ثبوت کے طور پر وہ موفرڈ فوٹوز اور ویڈیو بھیجتے ہیں۔

غزہ میں والدین ہونا اذیت کے سوا کچھ نہیں

غزہ۔ وزارتِ صحت کے مطابق اسرائیل نے غزہ کی پٹی پر اپنی جنگ میں سینکڑوں سے زائد فلسطینی بچوں کو قتل کیا ہے۔ وہ فضائی حملوں کی زد میں آئے، غلط فائر کیے گئے راکٹوں سے تباہ ہوئے، دھماکوں میں جل گئے اور عمارتوں کے ملبے تلے کچلے گئے۔ اور ان میں نوزائیدہ اور چھوٹے بچے، شوقین قارئین، خواہش مند صحافی اور وہ لڑکے شامل تھے جو سمجھتے تھے کہ وہ چرچ میں محفوظ رہیں گے۔ پرہجوم پٹی کے 2.3 ملین باشندوں میں سے تقریباً نصف کی عمر 18 سال سے کم ہے اور جنگ میں اب تک کے ہلاک شدگان میں 40 فیصد بچے ہیں۔ گذشتہ ہفتے جاری کردہ غزہ کی وزارتِ صحت کے اعداد و شمار کے ایسوسی ایٹڈ پریس کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ 26 اکتوبر تک 12 سال اور اس سے کم عمر کے 2,001 بچے ہلاک ہوئے جن میں 615 ایسے بھی شامل ہیں جو 3 سال یا اس سے کم عمر کے تھے۔ مصنف آدم المدون نے وسطی غزہ کے شہر دیر البلاح کے الاقصی شہداء □ اسپتال میں بدھ کے روز جب اپنی 4 سالہ بیٹی کنزی کو تسلی دی تو کہا۔ "جب گھر تباہ ہوتے ہیں تو وہ بچوں کے سروں پر گر جاتے ہیں۔" وہ ایک فضائی حملے میں بچ گئی جس میں اس کا دایاں بازو ضائع ہو گیا، بائیں ٹانگ کچل گئی اور کھوپڑی ٹوٹ گئی۔ اسرائیل نے کہا ہے کہ اس کے فضائی حملوں میں حماس کے عسکریت پسندوں کے ٹھکانوں اور انفراسٹرکچر کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور وہ گروپ پر شہریوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنے کا الزام لگاتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ عسکریت پسندوں کے 500 سے زیادہ راکٹ غلط طور پر چل جانے کی وجہ سے غزہ میں گرے ہیں جس سے نامعلوم تعداد میں فلسطینی ہلاکتیں ہوئیں۔ عالمی خیراتی ادارے سیو دی چلڈرن کے مطابق غزہ میں صرف تین ہفتوں کے دوران دنیا کے تمام تنازعات میں ہلاک شدہ بچوں کی تعداد سے زیادہ بچے جاں بحق ہوئے ہیں۔ مثلاً اس میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ سال کے دوران دو درجن جنگ زدہ علاقوں میں 2,985 بچے ہلاک ہوئے۔ اقوامِ متحدہ کے بچوں کے ادارے یونیسیف کے ترجمان جیمز ایلڈر نے کہا کہ غزہ ہزاروں بچوں کا قبرستان بن چکا ہے۔ جنگ کے خوف اور صدمے سے بدحال غزہ کے ملبے سے نکالے جانے والے یا ہسپتال کی پہیوں والی گندی گاڑیوں پر درد سے تڑپتے والے بچوں کی تصاویر اور فوٹیج اب ایک عام سی بات بن گئی ہے اور اس نے دنیا بھر میں احتجاج کو ہوا دی ہے۔ حالیہ فضائی حملوں کے مناظر میں خون آلود سفید توتو میں ملبوس ایک لنگڑے بچے کو اٹھائے ہوئے ایک ریسکیور، مردہ بچے کو اپنے سینے سے مضبوطی سے جکڑے ہوئے چیختے ہوئے ایک باپ اور خون اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے کھنڈرات میں لڑکھڑاتے ہوئے ایک بدحواس لڑکے کی تصاویر اور وڈیوز شامل ہیں۔ غزہ شہر سے تعلق رکھنے والے 40 سالہ نجار (بڑھئی) احمد مودویخ جن کی زندگی مئی میں پانچ روزہ لڑائی کے دوران ان کی 8 سالہ بیٹی کی موت سے تباہ ہو گئی، نے کہا۔ "غزہ میں والدین ہونا ایک نحوست ہے۔" اسرائیلی جنگی طیاروں کی غزہ پر بمباری کی وجہ سے فلسطینی بچے اپارٹمنٹس یا اقوامِ متحدہ کے زیرِ انتظام پناہ گاہوں میں بڑے خاندانوں کے ساتھ ٹھنسے ہوئے ہیں (کیونکہ وہاں جگہ کم اور پناہ گزین بہت زیادہ ہیں)۔ اگرچہ اسرائیل نے فلسطینیوں پر زور دیا ہے کہ وہ شمالی غزہ کی پٹی چھوڑ کر جنوب کی طرف نکل جائیں لیکن اس علاقے میں کوئی بھی جگہ اس کے فضائی حملوں سے محفوظ نہیں ہے۔ یاسمین جودہ نے کہا، "لوگ موت سے بچنے کے لیے بھاگ رہے ہیں لیکن سب جگہ موت ہے۔" 22 اکتوبر کو دیر البلاح میں دو چار منزلہ عمارات پر تباہ کن فضائی حملوں میں یاسمین جودہ خاندان کے 68 افراد سے محروم ہو گئیں جہاں انہوں نے شمالی غزہ سے پناہ لی تھی۔ جودہ کی ایک سالہ بھانجی ملیسا اس حملے میں زندہ بچ جانے والا واحد فرد تھی جس کی ماں عین حملے کے دوران زچگی میں چلی گئی اور ملبے تلے مردہ پائی گئی تھی۔ اس کے بے جان جڑواں نومولود بچوں کے سر اس کی پیدائشی نس سے باہر نکل رہے تھے۔ غزہ کی ہلاکتیں — جو غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق اب 8,800 سے زیادہ ہیں — اسرائیل نے حماس کو ان کا ذمہ دار قرار دیا کیونکہ عسکریت پسند گروپ پرہجوم رہائشی محلوں سے اپنا کام کرتا ہے۔ اسرائیلی حملے بلا امتیاز اور غیر متناسب ہیں، اس بات کے ثبوت کے طور پر فلسطینی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جنگ میں 7000 سے زیادہ فلسطینی بچے زخمی ہوئے ہیں اور ان پریشانیوں نے کئی لوگوں کی زندگی بدل کی رکھ دی ہے۔ جنگ سے ذرا پہلے جودا کی بھانجی ملیسا پہلی بار چند قدم چلی۔ وہ پھر کبھی نہیں چل سکے گی۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جس فضائی حملے میں بچی کے اہل خانہ ہلاک ہو گئے، اس میں اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ سینے سے نیچے تک مفلوج ہو گئی۔ غزہ کے مرکزی ہسپتال میں وہ جس ہال میں ہے، وہاں سے بالکل نیچے 4 سالہ کینزی چیختے ہوئے اٹھی اور پوچھنے لگی کہ اس کے غائب شدہ دائیں بازو کو کیا ہوا تھا۔ اس کے والد نے کہا، "اس کے لیے بھی بہت زیادہ خیال اور کام کرنا پڑے گا کہ یہ (مکمل تو کیا) نصف نارمل زندگی ہی گذارنے کے لائق ہو جائے۔" حتیٰ کہ جسمانی ضرر سے محفوظ رہ جانے والے بھی جنگ کی تباہ کاریوں کے اذیت ناک نقوش سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ 2007 میں عسکریت پسند گروپ کی جانب سے انکلیو پر قبضہ کرنے کے بعد سے غزہ میں 15 سال کے بچے اسرائیل اور حماس کی پانچویں جنگ دیکھ رہے ہیں۔ وہ بس اتنا جانتے ہیں کہ ایک سزا دینے والی اسرائیلی-مصری ناکہ بندی کے تحت زندگی گذارنی ہے جو انہیں بیرونِ ملک سفر کرنے سے روکتی ہے اور ان کی مستقبل کی امیدوں کو کچل دیتی ہے۔

ہر مذہب کا پیغام ڈرو مت، ڈراؤ مت

ڈاکٹر ریحان اختر:

گزشتہ دو تین ماہ سے ہندوستان میں چناؤ کا ماحول بنا ہوا تھا، دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں الیکشن کمیشن کی جانب سے حالیہ لوک سبھا الیکشن امن وسکون کے ساتھ سات مراحل میں کرائے گئے جن کے نتائج چار جون کو جاری کئے گئے تھے۔ ہندوستانی پارلیمانی انتخابات کے اختتام کے بعد نتائج نے بھارتیہ جنتا پارٹی) بی جے پی (کی زیر قیادت نیشنل ڈیموکریٹک الائنس) این ڈی اے (کے لیے فیصلہ کن فتح کا انکشاف کیا جس کی بدولت ان کو پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل ہوئی اس نتیجے نے حکمراں اتحاد کے طور پر این ڈی اے کی پوزیشن کو مضبوط کیا، جبکہ کانگریس کے زیر قیادت انڈیا الائنس بھی ایک مضبوط اور مستحکم اپوزیشن کے طور پر ابھری۔ نومنتخب ارکان پارلیمنٹ اور وزیر اعظم کی حلف برداری کے بعد عوام کی توجہ پارلیمانی اجلاس کی طرف مبذول ہوتی ہے جہاں عوامی مسائل پر اہم بحثیں مرکزی سطح پر ہوتی ہیں۔

پارلیمانی اجلاس کے دوران سیاسی میدان سے تعلق رکھنے والے ارکان مختلف مسائل اور اہم موضوعات پر بات کرتے ہیں۔ ان میں اقتصادی پالیسیاں، صحت کی دیکھ بھال میں اصلاحات، بنیادی ڈھانچے کی ترقی، زرعی مسائل، تعلیمی مسائل، روزگار اور قومی سلامتی کے خدشات شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ اجلاس نومنتخب اراکین کو اپنے ووٹروں کے تحفظات کا اظہار کرنے، قانون سازی میں تبدیلیاں تجویز کرنے اور پارلیمانی مباحثوں اور کمیٹی کے اجلاسوں کے ذریعے حکومتی اقدامات کی جانچ پڑتال کے لیے ایک فورم فراہم کرتا ہے۔ پارلیمانی اجلاس حکومت کے لیے اپنا ایجنڈا، پالیسیاں اور بجٹ مختص کرنے کے لیے ایک اہم پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ اپوزیشن جماعتوں کے لیے بھی ایک موقع ہوتا ہے کہ وہ تنقید کریں اور متبادل نقطہ نظر پیش کریں کہ کس طرح قوم کی ترقی اور بہبود کے لیے اہم معاملات پر متوازن گفتگو کو یقینی بنایا جائے۔ مجموعی طور پر انتخابات کے بعد کا پارلیمانی اجلاس ہندوستان کے جمہوری عمل کا ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے جہاں نومنتخب نمائندے اہم عوامی مسائل پر غور وفکر کر کے حکومت کے سامنے رکھتے ہیں۔ اس بار کے لوک سبھا الیکشن کے نتائج نے جہاں حکمران جماعت کے دعوے کو کمزور اور بے بنیاد ثابت کیا وہیں انڈیا الائنس اتحاد پر ہندوستانی عوام نے بھر پور اعتماد کا اظہار کیا اور اس اتحاد کو ایک مضبوط حزب مخالف کی شکل میں پیش کیا اور ہندوستان جیسی بڑی جمہوریت کے لئے اپوزیشن کا مضبوط ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ کہ ہندوستانی پارلیمانی نظام میں ایک مضبوط اپوزیشن جمہوری اقدار کے تحفظ اور موثر حکمرانی کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ حکومتی پالیسیوں اور فیصلوں کا تنقیدی جائزہ لے کر اپوزیشن طاقت کے ممکنہ غلط استعمال کو روکنے اور احتساب کو فروغ دینے کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ متنوع نقطہ نظر اور آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے جو حکمران پارٹی کے ایجنڈے سے میل نہیں کھا سکتے، اس طرح یہ یقینی بناتا ہے کہ قانون سازی کی بحث عوام کے متنوع مفادات اور خدشات کی عکاسی کرتی ہے۔ نیز ایک مضبوط اپوزیشن صحت مند جمہوری گفتگو کو فروغ دیتی ہے، شفافیت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور پارلیمانی اجلاسوں میں تعمیری شرکت کے ذریعے قوانین اور پالیسیوں کی اصلاح میں اپنی رائے شراکت درج کراتی ہے۔ جمہوریت کے اصولوں کو برقرار رکھنے، حکمرانی میں توازن برقرار رکھنے اور ہندوستان میں جامع اور جوابدہ فیصلہ سازی کے عمل کو فروغ دینے کے لیے اس کی موجودگی ضروری ہے۔ حال میں ختم ہوئے انتخابات کے نتائج سے یہ بات تو صاف ہو گئی تھی کہ اپوزیشن کی مضبوطی سے حکمران جماعت کی راہ گزشتہ دس سالوں کی طرح آسان ہونے والی نہیں ہے اور ہوا بھی کچھ ایسا ہی جیسی امید تھی۔ صدر جمہوریہ ہند کے خطاب کے ردعمل پر اپنی بات رکھتے ہوئے پارلیمنٹ کے اجلاس میں راہل گاندھی نے بطور اپوزیشن لیڈر نوے منٹ سے زیادہ اپنی پہلی تقریر کی جس پر ایوان میں کافی ہنگامہ بھی ہوا، ہنگامہ آرائی کے بعد مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ سے لے کر پارلیمانی امور کے وزیر کرن رججو تک سبھی نے شکایت کی۔ جس کے بعد اسپیکر اوم برلا نے بڑی کارروائی کرتے ہوئے راہل گاندھی کی تقریر کے کئی حصوں کو ہٹا بھی دیا ہے۔ دراصل لوک سبھا میں اپوزیشن لیڈر راہل گاندھی نے بی جے پی اور مرکزی حکومت پر سخت حملہ کیا ہے۔ انہوں نے بی جے پی لیڈروں پر لوگوں کو فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم کرنے کا الزام لگایا ہے۔ راہل گاندھی کے اس حملے کی حکمراں جماعت نے سخت مخالفت کی تھی۔ راہل گاندھی کی تقریر کے دوران وزیر اعظم نریندر مودی نے دو بار کھڑے ہو کر مداخلت کی، نہ صرف یہ بلکہ مرکزی حکومت کے پانچ وزرا نے بھی اپنی نشستوں پر کھڑے ہو کر احتجاج کیا۔ راہل گاندھی نے اپنی تقریر کے دوران ملک کے کئی اہم اور سنجیدہ مسائل پر بات کی لیکن انھوں نے سب سے زیادہ وقت بی جے پی، وزیر اعظم مودی اور ان کے پالیسیوں کی تنقید پر دیا۔ انھوں نے حکمران جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی) بی جے پی (پر الزام لگایا کہ اس نے گزشتہ سالوں میں سماج کے کئی طبقات میں خوف پیدا کر دیا ہے اور نفرت کو بڑھاوا دیا۔ راہل گاندھی نے کہا کہ جو لوگ اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں وہ چوبیس گھنٹے جھوٹ، فریب، دھوکہ ہنسا اور تشدد کی بات کرتے ہیں جبکہ ہندو مذہب تو اہنسا کو فروغ اور ایک ہندو ستیہ اور اہنسا کا پجاری ہوتا۔ جس پر حکمران جماعت کی طرف سے ہنگامہ کیا گیا اور کہا گیا کہ راہل نے پورے ہندو سماج کو ہنسا وادی کہا ہے۔ جس پر جواب دیتے ہوئے راہل نے کہا کہ، نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔۔ نریندر مودی پورا ہندو سماج نہیں ہے۔ بی جے پی پورا ہندو سماج نہیں ہے۔ آر ایس ایس پورا ہندو سماج نہیں ہے۔ راہل گاندھی نے اپنی تقریر کے دوران شیو جی اور دیگر مذاہب سے متعلق پلے کارڈ دکھاتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہر مذہب نفرت، تشدد، ہنسا کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام مذاہب آپسی بھائی چارہ، اتحاد، محبت، امن، عدم تشدد اور اہنسا پر زور دیتے ہیں اور اس کی فروغ کی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے اس درمیان اسلام سے متعلق دعا مانگنے کا ذکر کیا، لوک سبھا میں عدم تشدد اور امن کی بات کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰؐ کا حوالہ دیتے ہوئے درود پڑھا اور کہا کہ دنیا کی تمام عظیم ہستیوں نے عدم تشدد اور خوف کو ختم کرنے کی بات کی اور بتایا کہ ڈرنا نہیں چاہیے۔ اور قرآن کی آیت کا ترجمہ پڑھا کہ اس نے) اللہ (فرمایا کہ ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا ہوں۔ انھوں نے مزید زور دیا کہ اسلام میں بھی کہا گیا ہے کہ ڈرنا نہیں۔ راہل نے ہندو مت اور اسلام کے بعد سکھ مت، بدھ مت، جین مت اور عیسائیت کے مذاہب میں بھی بے خوفی کے پیغامات پڑھے۔ راہل گاندھی نے اپنے خطاب میں کہا کہ گزشتہ برسوں میں بی جے پی حکومت میں اقلیتوں کے ساتھ بہت نا انصافی ہوئی اور ان کے ساتھ نا روا سلوک رکھا گیا، ان پر ظلم کیا گیا، ان کے حقوق سلب کئے گئے حالانکہ ہمارے ملک کی اقلیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے جو ہر وقت ملک سے محبت اور ترقی کی راہ پر اپنا بھر پور تعاون دیتی آرہی ہے تو ایسے میں اس حکومت کو ان کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے تھا لیکن یہ حکومت اس تعلق سے پوری طرح ناکام نظر آتی ہے۔

مکہ مکرمہ کی تاریخی امتیازات

عارف عزیز (بھوپال)

روئے زمین کی تمام عبادت گاہوں میں جو امتیازی شان وعظمت مسجدِ حرام کو حاصل ہے، دنیا کے تمام شہروں میں وہی محبوبیت وافضلیت مکہ مکرمہ کے لئے مسلم ہے، اسے ہم دنیا کا قدیم اور متمدن شہر بھی کہہ سکتے ہیں، یہاں پختہ مکان، عمارات، اور محلات بنانے کا رواج بعد میں شروع ہوا لیکن جب اِس کا آغاز ہوگیا تو اہل مکہ کے تعمیری ذوق نے پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، یہاں کے مکان عام طور پر کشادہ، آرام دہ اور خوبصورت ہوتے ہیں، جس میں قومی روایات کا خواب اظہار ہوتا ہے، مہمان نوازی یہاں کے شہریوں کے رگ وپے میں پیوست ہے اور اس کا ثبوت ہر مکان میں مہمانوں کے لئے مہیا کی جانے والی آرام وآسائش کی سہولتوں سے ملتا ہے، حجاج کرام کی ہر سال خدمت کرنا تو اہل مکہ کی زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن حج کے بعد سال بھر آنے والے زائرین کو بھی وہ سرآنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی سرزمین بجز مرقدِ اطہر ﷺ سب سے افضل ہے، حدودحرم کے ساتھ سارا مکہ محترم ہے، حجرِ اسود کی چمک جہاں جہاں پہونچی وہاں تک حرم کے حدود قائم ہوئے، بیت الحرام کی یہی حرمت نصِ قرآنی سے بھی ثابت ہے۔ یہ انبیاء کرام کی جائے عبادت ہے، سینکڑوں انبیاء اس شہر میں آسودہ خواب ہیں۔ یہاں آنے والا اللہ کا مہمان ہوتا ہے، اسے قرآن نے ''بلدامین'' امن والا شہر قرار دیا ہے، اسی لئے یہاں قتال وجدال یہانتک کہ شجر کاٹنا بھی منع ہے۔

بعض علماء نے یہاں زراعت کو بسبب کٹائی ممنوع قرار دیا ہے، مشرکین کے داخلے اور اسلحہ لانے پر پابندی عائد ہے، یہاں کی مٹی کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنا حرام ہے، یہ وہ شہر ہے جسے مولدِ نبیؐ ہونے کا اعزاز حاصل ہے، یہاں رسول پاک ﷺ کا عہدِ طفولیت بیتا، یہاں آپؐ نے پرورش پائی، جوانی کا عہد بھی اسی شہر میں گزرا، یہاں آپ نے تین عقد فرمائے، سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ تمام اولادیں یہاں پیدا ہوئیں، اسی شہر کے غارِ حرا (جبل نور) پر آپؐ نے تنہا عبادت فرمائی، وحی نازل ہوئی اور قرآن کے اترنے کے سلسلہ کا آغاز ہوا، اسی شہر میں نبی آخر الزماں ﷺ نے منصب نبوت کا اعلان فرما کر اسلام کی عالمگیر تبلیغ کا آغاز کیا۔ اسی شہر میں اکثر فرائض واحکام نازل ہوئے۔ اسی شہر پاک میں معجزہ شق القمر کا صدور ہوا، اسی جگہ پتھروں نے آپؐ کو سلام کیا اور درخت تعمیل ارشاد میں قریب آئے، یہیں سے اسریٰ اور معراج ہوئی، آپؐ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ۸ ہجری میں فتح مکہ پر عام عفو ودرگذر کا اعلان کیا، یہاں مسجدِ حرام کے ''باب السلام'' سے تھوڑے فاصلہ پر محلّہ سوق اللیل تھا، اس سے متصل گلی میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا گھر تھا، یہی مکان رسول پاکؐ کا جائے پیدائش ہے جسے سعودی حکومت نے لائبریری کی حیثیت سے باقی رکھا ہے، حرم شریف اور اس مکان کے درمیان دشمنِ اسلام ابوجہل کے مکان پر طہارت خانے بنادیئے گئے ہیں جو اس جگہ کا مناسب مصرف ہے۔ ہم مولدِ نبیؐ کی زیارت کرنے پہونچے تو دیکھا کہ لوگ وہاں مختلف طریقوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کررہے ہیں، ایک ترک خاتون اپنے رومال سے مکان پر جمی گرد کو سمیٹ رہی تھی، کئی لوگ اپنا چہرہ ہاتھ یا بدن مکان کی دیواروں سے مس کرنے میں مصروف تھے، یہاں ہماری ملاقات مہاراشٹر کے ایک نوجوان سے ہوئی جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان کی نشاندہی کی اب یہاں بلند وبالا عمارت بن گئی ہے، جس کے اوپر غالباً مسجد تعمیر ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہ کی رہائش گاہ کے آثار بھی نہیں ملتے، کیونکہ وہاں دوسری تعمیرات کھڑی ہیں، نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ محلّہ زقاق الحجر میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہجرت تک مقیم رہے، اسی مکان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی، بعد میں یہاں مسجد بنادی گئی لیکن اب اس مکان کا وجود نہیں، اس شہر میں مذکورہ مقامات کے علاوہ اسلام کا پہلا مدرسہ ''دارِ ارقم''، مسجد رایہ، مسجد جن، مسجد اجابہ، مسجد کائن، مسجد ذی طوی، مسجد عائشہ، مسجد ماثورہ، قدیم زیارت گاہیں جنت معلیٰ، جبلِ ماثورہ، ثبیر مقدس پہاڑ ہیں، تین قدیم قلعے، قلعہ جیاد، قلعہ ہندی اور قلعہ شاہی کے آثار اب بھی نظر آجاتے ہیں۔

مکہ معظّمہ ہر دور میں سربراہان حکومت، اربابِ اقتدار، زعماء اور حکام کا مرکزِ نگاہ رہا ہے، مقامی باشندوں کی میزبانی، مہمان نوازی، سیرچشمی اور فراخ دلی اس سرزمین پر قدم رکھنے والوں کو متاثر کردیتی ہے، چالیس پچاس سال پہلے یہاں غربت کا بول بالا تھا، میرے والد بزرگوار (سید رحمت علی صاحب عزیز میاں مرحوم) ۱۹۶۳ء میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے تھے، اس وقت دو ہندوستانی روپیوں کے بدلہ میں بآسانی تین ریال مل جاتے تھے، آج ایک ریال کی قیمت ساڑھے گیارہ روپے ہے، بھوپال نژاد اور امورِ خیر میں پیش پیش رہنے والے معلم شیخ صالح عبدالصمد ساعاتی مرحوم فرماتے تھے کہ ''میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہاں کی دنیا بدل گئی، پہلے آنے والے حاجی معلوم کرتے تھے کہ ان کی رقم کس مستحق کو دی جاسکتی ہے، بعد میں آنے والوں کو یہ تلاش ہونے لگی کہ فلاں سامان کہاں سے خریدا جائے''، پچاس سال کے عرصہ میں تیل کی دولت سے صورتِ حال اتنی تبدیل ہوگئی کہ جو آنے والوں کے منتظر کرم ہوا کرتے تھے آج وہ حجاج کی میزبانی وخدمت میں طمانیت محسوس کرتے ہیں لیکن اللہ کے گھر کعبۃ اللہ سے اہل مکہ کا جو پرانا اور مستحکم تعلق ہے اس میں ذرا بھی کمی نہیں آئی، پہلے کی طرح وہ ہر نئے کام کا آغاز عمرہ یا کم از کم طواف سے کرتے ہیں، ہر سطح کے لوگ اہلِ خاندان کے ساتھ حرم شریف میں حاضری کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں، ایام حج کا ہجوم کم ہوتے ہی صحنِ حرم میں ایسے خاندان نظر آنے لگتے ہیں جن کا وقت زیارتِ کعبہ یا طواف میں گزرتا ہے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ادھر اُدھر دوڑ بھاگ میں مصروف رہتے ہیں۔ مقامی باشندوں کی کوشش ہوتی ہے کہ حج کے دوران حرم میں بیرونی زائرین کو زیادہ سے زیادہ عبادت کا موقع ملے اور ان کو کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے، اسی مقصد سے وہ ٹھنڈے اور گرم مشروبات کے علاوہ کھانا اور پھل وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، نومولود بچوں کو ولادت کے بعد نہلا دھلا کر سب سے پہلے حرم میں لانے کا رواج آج بھی قائم ہے، بحیثیت مجموعی مکہ شریف کی معاشرتی زندگی سادگی سے عبارت ہے، مرد یکساں لباس زیب تن کرتے ہیں، نیم آستین والا سفید قمیض، تہہ بند، ٹوپی، عقال اور غطرہ ان کا عام لباس ہوتا ہے، عورتیں ضرور اعلیٰ لباس کے ساتھ زیور پہنتی ہیں لیکن پردہ کی اتنی شدید پابندی ہوتی ہے کہ غیر محرم ان کی آواز نہیں سن سکتا، برقعہ کے بغیر وہ باہر نہیں نکلتیں اور مکانوں کے مردانہ حصہ میں بھی بے پردہ داخل نہیں ہوتیں، حرم میں دوسری ایشیائی خواتین کو تیز آواز میں گفتگو کرتے دیکھ کر عرب خواتین اکثر ٹوک دیتی ہیں، اسی طرح بغیر برقعہ کے نظر آنے والی خواتین کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتیں۔

مکرمہ مکرمہ زمانہ قدیم سے دینی علوم کا مرکز رہا ہے لیکن اب یہاں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم پر بھی توجہ دی جارہی ہے، ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے مدارس وکلیات کی تعداد یوروپ کے کسی بھی بڑے شہر سے کم نہیں حالانکہ پچاس برس قبل تک یہاں صرف چند مدارس قائم تھے، یہی حال کتب خانوں کا تھا۔

سید حسن نصراللہ تا ابد زندہ ہیں

تحریر: ڈاکٹر صابر ابو مریم (سیکرٹری جنرل فلسطین فاؤنڈیشن)

لبنان میں 31 اگست سنہ 1960 کو آنکھ کھولنے والی سید حسن نصر اللہ کی شخصیت کے بارے میں بیان کرنے یا تحریر کرنے کے لئے اتنا کچھ مواد ہے کہ شاید راقم کے قلم میں اس قدر سکت نہ ہو۔ حسن نصر اللہ صدی کی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں، جنہوں نے موجودہ زمانہ میں ایک ایسی تاریخ رقم کی ہے، جس کے بارے میں قیامت تک آنے والی نسلیں مطالعہ کریں گی اور اس تاریخ سے سبق بھی حاصل کریں گی۔ حسن نصر اللہ نے جس زمانے میں لبنان میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو یہ وہ زمانہ تھا، جب ہر طرف ظلم کا دور تھا۔ جس وقت حسن نصر اللہ جوانی کو پہنچے تھے، اس وقت تک لبنان کئی ایک داخلی جنگوں کے بعد آخر کار صیہونی غاصبانہ تسلط کا شکار ہو چکا تھا۔ سید حسن نصر اللہ کہ جن کا تعلق ایک دینی اور علمی گھرانے سے تھا، ہرگز اس بات کو قبول نہ کر سکے کہ لبنان کی آزادی پر کوئی حرج آئے۔ حسن نصر اللہ ابتدائی ایام میں لبنانی جوانوں کی متحرک تحریک امل میں شامل رہے اور امام موسیٰ صدر کی قیادت میں لبنان میں صیہونی دشمن کے قبضہ کے خلاف جدوجہد میں شریک رہے۔ اسی طرح جب سنہ 1982 میں باقاعدہ حزب اللہ قائم کی گئی تو سید حسن نصر اللہ نے حزب اللہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ سید حسن نصر اللہ سے قبل شہید ہونے والے قائدین میں شہید عباس موسوی، شہید راغب حرب ہیں، جنہوں نے حزب اللہ کی قیادت سنبھالی تھی اور شہید عباس موسوی کے بعد سید حسن نصر اللہ نے قیادت کے منصب کو سنبھالا اور تحریک کو آگے بڑھایا۔ سنہ 1992 میں عباس موسوی کی شہادت کے بعد حزب اللہ کو نئی طرز پر تیار کرنے میں حسن نصر اللہ نے اہم کردار ادا کیا اور اس کا نتیجہ آخر کار سنہ 2000 میں برآمد ہوا کہ غاصب صیہونی دشمن اسرائیل کی فوجوں کو لبنان سے فرار کرنا پڑا۔

اس سے قبل بھی سنہ 1982 کے زمانہ میں حسن نصر اللہ اور ان کے شہید ساتھیوں میں عماد مغنیہ، فواد شکر، ایوب، حسن القیس، حاج ذوالفقار سمیت متعدد ایسے ساتھی تھے، جنہوں نے اس زمانے میں بیروت پر قابض غیر ملکی فوجوں بالخصوص امریکی فوجیوں کو بھگانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حالیہ جنگ میں سات اکتوبر کے بعد حزب اللہ نے جنوبی لبنان کے محاذ پر جنگ کا آغاز کیا تو امریکہ نے بارہا سید حسن نصر اللہ کو دھمکیاں دیں اور کہا کہ ہم اپنے بحری بیڑے لبنان کے سمندروں میں لے آئیں گے اور پھر حزب اللہ کو امریکہ سے کوئی نہیں بچا پائے گا۔ ان دھمکیوں کا سید حسن نصر اللہ نے دوٹوک جواب دیا اور کہا کہ غزہ پر جارحیت بند کر دو، بس یہی ایک راستہ ہے۔ سید حسن نصر اللہ نے امریکی حکومت کو سنہ 1982 کی تاریخی شکست کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا واسطہ آج بھی سنہ 1982 والوں سے ہے، تاہم آج ہمارے بیٹے اور ہمارے پوتے بھی اسی راستے پر یعنی مزاحمت کے راستے پر موجود ہیں۔ اس حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ نے حزب اللہ کی قیادت سنبھالی تھی تو اس وقت کچھ عرصہ بعد آپ کا نوجوان فرزند ہادی نصر اللہ اگلے مورچوں پر اسرائیلی فوجیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تھا، لیکن آپ نے اس شہادت پر کوئی غم نہ کیا بلکہ اس شہادت کو حزب اللہ کی تقویت کا وسیلہ قرار دے کر دشمن کے ان تمام خیالات اور عزائم کو خاک میں ملا دیا، جو وہ چاہتے تھے کہ شہید ہادی نصر اللہ کے جسد خاکی کے عوض آپ کے ساتھ مذاکرات کریں اور مزاحمت کو شرائط پر مجبور کریں، لیکن آپ کی بصیرت نے دشمن کو ناکام کیا۔ اس طرح آپ ابو شہدا بھی کہلانے لگے۔ سید حسن نصر اللہ کے جملوں میں امریکہ کو واضح پیغام تھا کہ ایک تو ہم غزہ کی حمایت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور دوسرا یہ کہ اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہماری اگلی دو نسلیں مزاحمت کے راستے پر ہیں، جو تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گی، جو ہم نے سنہ 1982 میں کیا تھا۔ سید حسن نصر اللہ کی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ ایک ایسی زندگی بسر کی ہے، جس میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی ہمیشہ دنیا کے ظالم اور فاسق نظام کے خلاف سینہ سپر رہے۔ لبنان کے عوام چاہے وہ عیسائی ہی کیوں نہ ہوں، ان کی جان و مال اور آبرو کا ہمیشہ حسن نصر اللہ نے اپنی جان و مال اور آبرو کی مانند تحفظ کیا۔ ہمیشہ فلسطین سمیت خطے میں موجود اسرائیلی جارحیت کا شکار ممالک اور ان کی عوام کی حمایت کی۔ حسن نصر اللہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک طویل داستان مزاحمت ہے، جس پر ہزاروں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر دنیا کے ہر اس خطے میں مظلوم مسلمانوں کی مدد کی، جہاں امریکہ اور اسرائیل سمیت مغربی حکومتیں تسلط حاصل کر رہی تھیں یا ان علاقوں کے عوام کو محکوم کر رہی تھیں۔ سید حسن نصر اللہ کی شہادت ان کی طویل جدوجہد پر مبنی زندگی کے شایان شان ہے۔ ایسا انسان کبھی بستر مرگ پر نہیں مرتا۔ ایسے انسان کے لئے یہی شان ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مظلوموں کی حمایت میں اپنی جان قربان کر دے۔ دنیا کے لئے شاید حسن نصر اللہ کی شہادت ایک اچانک حادثہ ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت میں سید حسن نصر اللہ اسی شہادت کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے اپنی شہادت سے قبل تقریر میں جو کہ 19 ستمبر کو لبنان میں پیجر حملوں اور شہید ابراہیم عقیل کی شہادت کے بعد کی تھی، اس تقریر میں واضح پیغام تھا۔ آپ نے کہا دشمن نے میرے لئے دو راستوں کا انتخاب کیا ہے، ایک یہ ہے کہ میں ذلت قبول کر لوں اور دوسرا یہ کہ مارا جاؤں، سید حسن نصر اللہ نے کہا کہ میں دوسرے راستے کو انتخاب کروں گا یعنی شہادت کو۔

یہ ذلت کا راستہ کیا تھا، جو دشمن نے حسن نصر اللہ کیلئے انتخاب کیا تھا۔؟ دشمن پہلے دن سے چاہتا تھا کہ حزب اللہ جنوبی لبنان سے غاصب صیہونی فوج کیخلاف اپنی کارروائیوں کو روک دے۔ لیکن سید حسن نصر اللہ کا واضح اور دو ٹوک موقف تھا کہ ہمارا محاذ فلسطین کی حمایت کا محاذ ہے، جب تک غزہ پر جارحیت بند نہیں کی جائیگی، ہم اسرائیل کے خلاف کارروائیوں کو نہیں روکیں گے۔ سات اکتوبر کے بعد سے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے مسلسل دھمکیوں کا سلسلہ جاری تھا، اس طرح کئی عرب ممالک کی حکومتوں نے بھی سید حسن نصر اللہ کو امریکہ اور اسرائیل کے پیغامات پہنچائے تھے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا، لبنان پر حملہ کر دیا جائے گا اور نہ جانے کیا کچھ دھمکیاں دی تھیں۔ ان سب دھمکیوں کے جواب میں سید حسن نصر اللہ نے ماضی کی اپنی تقریروں میں موقف واضح کیا تھا اور امریکہ کو یاد دلوا دیا تھا کہ تمہارا واسطہ سنہ 1982 والوں کے ساتھ ہے۔ اسی طرح جب شہادت سے قبل آخری تقریر کی، اس میں بھی حسن نصر اللہ نے کہا کہ سب جان لیں، ہمارا راستہ واضح ہے، یعنی مزاحمت کا راستہ ہے۔ ہم اس راستے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ غزہ پر جارحیت کے خاتمہ تک ہمارا محاذ بھی جاری رہے گا اور اسرائیل کے خلاف کارروائیاں جاری رہیں گی۔ اگر ہم سب کے سب مارے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں اور ہمارے گھر ہمارے سروں پر ملبہ بن کر گر پڑیں، تب بھی ہم غزہ کی حمایت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ چاہے کچھ بھی قربانی دینا پڑے، ہم غزہ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ یہ سید حسن نصر اللہ کا عزم اور ارادہ تھا، جس نے آخر کار ان کی قربانی بھی مانگ لی۔

کانگریس حکومت غریب طلبا کو معیاری تعلیم فراہم کرنے پابند عہد

حیدرآباد۔ چیف منسٹر اے ریونت ریڈی نے آج کہا ہے کہ کانگریس حکومت غریب طلبا کو معیاری تعلیم فراہم کرنے کیلئے اقدامات کررہی ہے۔ چیف منسٹر جمعہ کے روز شادنگر حلقہ اسمبلی سے کندرگ میں ینگ انڈیا انٹیگریٹیڈ ریسڈنشیل اسکول کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد ایک بڑے جلسہ سے خطاب کررہے تھے۔انہوں نے کہا کہ حکومت تعلیم کو اولین ترجیح دے رہی ہے۔گذشتہ 10 سال سے اساتذہ کو ترقیاں اور تبادلہ نہ کرنے سے اساتذہ میں ناراضگی پائی جاتی تھی۔ ان کی حکومت نے 34 ہزار اساتذہ کے تبادلوں اور 1 2 ہزار اساتذہ کو ترقیاں دیتے ہوئے اساتذہ کے اہم مسئلہ کو حل کیا ہے۔اس کے علاوہ 11 ہزار سے زائد ڈی ایس سی میں منتخب اساتذہ میں تقررنامے حوالے کئے گئے۔ ترقیاں اور تبادلے کسی معمولی تنازعہ کے بغیر انجام دیئے گئے۔ ہم بے روزگاری کے مسئلہ کو حل کرنے عوام سے کئے گئے وعدوں کے پابند ہیں۔چیف منسٹر نے کہا کہ بی آر ایس کے 10 سالہ اقتدار میں شعبہ تعلیم پر 1 0 ہزار کروڑ روپئے تک خرچ نہیں کئے گئے۔چیف منسٹر کے سی آر جنہوں نے 7 لاکھ کروڑ کا قرض حاصل کیا تھا سرکاری اسکولوں کی تعمیر و مرمت اور بنیادی سہولتوں کی فراہمی کیلئے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا۔بی آر ایس حکومت سے اپنے دور میں 5 ہزار سرکاری اسکولوں کروایا۔ایک سازش کے تحت غریب بچوں کو تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی جبکہ کے سی آر نے اپنے بچوں میں عہدے تقسیم کئے۔تلنگانہ کے 10 اضلاع کو 33 اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ 1020 ریسڈنشیل اسکولس میں بنیادی سہولتیں تک فراہم نہیں کی گئیں۔ اساتذہ کے مسائل حل کرنے کوئی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔لیکن پولنگ کے دن اپنی ضرورت کے مطابق ان سے کام لیا گیا۔کے سی آر نے غریبوں میں بکرے اور دیگر مویشی تقسیم کئے لیکن بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کیلئے کچھ نہیں کیا۔ لوک سبھا انتخابات میں شکست کے باوجود بی آر ایس قائدین کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ چیف منسٹر نے آر ایس پروین کمار سے سوال کیا کہ آخر وہ ان ریسڈنشیل اسکول کے قیام کی مخالفت کیوں کررہے ہیں؟ چیف منسٹر نے کہا کہ متحدہ ریاست کے سابق چیف منسٹر پی وی نرسمہارا نے اپنے دور حکومت میں جن ریسڈنشیل اسکولس کا قیام عمل میں لایا تھا ان ہی اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا آج آئی اے ایس اور آئی پی ایس کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔جن میں پی وینکٹیشن آئی اے ایس اور ایم مہندر ریڈی آئی پی ایس شامل ہیں۔اس کے علاوہ کئی طلبا ڈاکٹر اور وکلا کی حیثیت سے ریاست میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ینگ انڈیا انٹگریٹیڈ ریسڈنشیل اسکولس ریاست کے تمام اسمبلی حلقوں میں 20 تا 25 ایکر اراضی پر قائم کئے جائینگے۔ ڈپٹی چیف منسٹر بھٹی وکرمارکہ نے آج اپنے حلقہ مدیرا میں اسکول کا سنگ بنیاد رکھا۔ حکومت ان اسکولوں میں طلبا کو معیاری تعلیم کے ساتھ تمام بنیادی سہولتیں فراہم کرے گی۔ قبل ازیں رکن اسمبلی شادنگر روی شنکر نے چیف منسٹر اور دیگر مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔اس موقع پر اسکولی طلبا و طالبات نے بھی خطاب کیا۔

تلنگانہ بھر میں گاندھی جینتی منائی گئی۔ عام آدمی سے لے کر اہم شخصیات اور سیاسی لیڈروں نے بابائے قوم کو بھرپور خراج پیش کیا اور ملک کیلئے ان کی خدمات کو یاد کیا۔ شہر حیدرآباد کے مشہور باپوگھاٹ لنگر حوض میں واقع باپوگھاٹ پر گورنر جشنو دیو ورما، ان کی اہلیہ، وزیر اعلی ریونت ریڈی، وزیر پونم پربھاکر اور چیف سکریٹری شانتی کماری نے باپوگھاٹ پر پھول نچھاور کئے۔ انہوں نے کہا کہ گاندھی جی کے نظریات پر آج کی نسل کو عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے تمام سے خواہش کی کہ وہ گرام سوراج کے خواب کو پورا کرنے میں اپنا رول ادا کریں۔

اسرائیل کی رسوائی کا ایک سال

آل انڈیا علما بورڈ اور فلسطین موومنٹ کے اشتراک سے آج اے ایچ (AH) فنکشن ہال شاستری پورم میں فلسطین کی مزاحمت کے ایک سال مکمل ہونے پر ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں محسن مقدمی (نائب قونصل، قونصلیٹ جنرل ایران مقیم حیدرآباد)، سابقہ حکومتی مشیر ایم اے مجیب IFS، مولانا سید تقی رضا عابدی (رکن حج کمیٹی تلنگانہ)، مولانا ریاض نقشبندی، سید جعفر حسین (ایڈیٹر روز نامہ صدائے حسینی) اور شہباز امجد نے خطاب کیا۔ تقریب میں یہ نکتہ اجاگر کیا گیا کہ گزشتہ ایک سال میں اسرائیل نے غزہ میں 50 ہزار سے زائد معصوم افراد کو شہید کیا جن میں زیادہ تر بچے اور خواتین شامل ہیں۔ لبنان میں بھی اسرائیل اپنی بربریت جاری رکھے ہوئے ہے حزب اللہ کے رہنما سید حسن نصر اللہ کی شہادت کو مسلم امہ کے لیے اتحاد کا پیغام اور آنے والی دنیا کے لیے ایک انتباہ قرار دیا گیا۔ مقررین نے کہا کہ ایک سال میں سوپر پاور طاقت امریکہ و اسرائیل نے اپنے یرغمالیو کو حماس سے چھوڑانے میں ناکام رہے۔ ہندو شاعر چندر نامی نے غزہ کی ماں کے جذبات کو اردو اشعار میں قلم بند کیا۔

REALISATION OF THE DREAMS OF YOUTH IN PEOPLE'S GOVERNANCE

6,956 — 31-01-2024
Nursing Officers and Staff Nurses

441 — 07-02-2024
Compassionate Appointments in Singareni Collieries

13,444 — 14-02-2024
Appointments in Police, Fire, Transport and Prisons Departments

1,997 — 15-02-2024
Librarians, Physical Directors and PGTs

5,192 — 04-03-2024
Lecturers, Teachers & Medical Staff

687 — 26-09-2024
Assistant Executive Engineers

1,635 — 06-10-2024
Librarians, PETs, AEEs, Agriculture Officers and Veterinary Assistant Surgeons

TELANGANA – LAND OF OPPORTUNITIES... ADDRESS FOR YOUTHS' CAREER !